

ہمہ جہت شخصیت سرتاج الفقہاء والمحدثین امام اعظم

الوہیفہ نعمان بن ثابت

دور حاضر میں تحقیق اور فکری گمراہی کے اسباب

اسلام کا آفاقی نظام اور متصادم نظریات

اسلام ایک راہ اعتدال

زیر انتظام
عالمی اتحاد اہل سنت والجماعت - اسلام آباد

پانچواں سالانہ

عظیم الشان
نہال بن ثابت

سیمینار

تلاوت
قاری اخلاق احمد مدنی
امام فیصل مسجد اسلام آباد

11 مئی 2014 بروز اتوار صبح 10 بجے تا دوپہر 2 بجے
اسلام آباد نیشنل
میلو ڈی G-6، اسلام آباد

حضرت
مولانا عزیز الرحمن
بڑوی
دعوت برکات

سر دار محمد یوسف
وفاقی وزیر برائے مذہبی امور

حضرت
مولانا عبدالغفور
دعوت برکات

مقررین

ڈاکٹر علی اصغر چشتی
وائس چانسلر
عالمی اتحاد اہل سنت والجماعت

مولانا محمد الیاس گھمن
امیر
عالمی اتحاد اہل سنت والجماعت

مولانا مفتی محمد زاہد
جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

مفتی شبیر احمد حنفی
مرکز اہل سنت والجماعت سرگودھا

مولانا قاضی عبدالرشید
قائم مقام
وفاقی المدارس اہل سنت پاکستان

مولانا سید عدنان کا کاخیل
جامعہ الرشید کراچی

0332 6311808
مولانا محمد کلیم اللہ حنفی
مرکزی سیکرٹری اطلاعات (عالمی اتحاد اہل سنت والجماعت)

آدگنا نزد
مفتی اویس عزیز
امیر عالمی اتحاد اہل سنت والجماعت، اسلام آباد

داخلہ پذیر رجسٹرڈ سلسلہ ہوگا • سیمینار کی کارروائی براہ راست دیکھنے کے لئے
www.ahnafmedia.com

بشیر
شوہر

فارغ التحصیل علماء، ائمہ مساجد، خطباء اور طلباء کے لئے

چوتھا سالانہ دورہ تحقیق المسائل

زیر اہتمام مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگڑھا



31 مئی 2014ء بروز ہفتہ، صبح 7:30 بجے تا 12 جون 2014ء بروز جمعرات، 11 بجے دن



مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

مرکز اہل السنۃ والجماعت ہائی ٹیمر عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعت چیف ایگزیکٹو افسر

بشارت عظمیٰ فارغ التحصیل علمائے کرام کے لیے 9 واں ایک سالہ

داخلہ 10 تا 15 شوال 1435

تخصیص فی تحقیق والدعوة

Contact Us

03326311808

نوٹ: موسم کے مطابق بستر ہمراہ لانا ضروری ہے

0483881487 • 03467357394

Live at: ahnafmedia.com • Email: markazhanfi@gmail.com

مجاہد: انتظامیہ مرکز اہل السنۃ والجماعت 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

مرکز
بشارت
عظمیٰ
السنۃ
والجماعت
سرگڑھا

مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا کا ترجمان

فقیہ سرگودھا ماہنامہ

شمارہ 5

مئی 2014ء

جلد نمبر 3

مدیر

مولانا محمد کلیم اللہ
نگران شعبہ رسائل و جرائد

مدیر

مولانا محمد الیاس گھمن

ایجنسی ہولڈرز ممبر لگائیں اور ہدیہ دینے والے اپنا نام لکھیں!

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک
35 ڈالر..... سالانہ

سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک
25 ڈالر..... سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر..... سالانہ

● آپ یہ شمارہ آن لائن پڑھ اور ڈاؤن لوڈ
بھی کر سکتے ہیں



www.ahnafmedia.com

سرکولیشن مینیجر

0332-6311808

Contact Us

قیمت فی شمارہ 20 روپے علاوہ ڈاک خرچ

سالانہ 300 روپے
زرتعاون

www.ahnafmedia.com

mag@ahnafmedia.com

مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا



فہرست

- 3 ----- ہمہ جہت شخصیت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
- اداریہ
- 6 ----- سالانہ دورہ تحقیق المسائل
- 7 ----- اسلام کا آفاقی نظام اور متضادم نظریات
- عبدالصمد
- 15 ----- دور حاضر میں تحقیق اور فکری گمراہی کے اسباب
- مولانا محب اللہ جان
- 21 ----- اسلام ایک راہِ اعتدال
- مولانا محمد مبشر بدر
- 26 ----- عاق نامہ شریعت کی نظر میں !! (2)
- مولانا عبدالرحمن سندھی
- 30 ----- صبر و شکر
- ترتیب و عنوانات: مفتی شبیر احمد حنفی
- 57 ----- عالم کوفہ سیدنا اسود بن یزید رحمۃ اللہ علیہ (3)
- مولانا محمد عاطف معاویہ
- 60 ----- لوحِ ایام

ہمہ جہت شخصیت..... امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

اداریہ

جامع المسانید اور تاریخ بغداد یہ تاریخی شہادت موجود ہے: ربیع بن یونس کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ؛ امیر المومنین ابو جعفر منصور کے پاس آئے اس وقت دربار میں امیر المومنین کی خدمت میں امام عیسیٰ بن موسیٰ بھی تشریف فرما تھے۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے امیر المومنین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے امیر المومنین! ہذا عالم الدنیا الیوم۔ یہ اس وقت روئے زمین کے بہت بڑے عالم ہیں۔ امیر المومنین ابو جعفر منصور نے امام اعظم سے دریافت کیا: اے نعمان! (امام ابو حنیفہ کا پورا نام نعمان بن ثابت ہے) آپ نے کن لوگوں کا علم حاصل کیا؟ امام اعظم رحمہ اللہ نے جواباً ارشاد فرمایا: میں نے فاروق اعظم، علی المرتضیٰ، عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا علم حاصل کیا ہے۔ یہ سن کر امیر المومنین ابو جعفر منصور نے بے ساختہ کہا: ”اے ابو حنیفہ! آپ علم کی مضبوط چٹان پر کھڑے ہیں۔“

آج سے کئی صدیاں پیشتر امام عیسیٰ بن موسیٰ نے جس بات کی خبر دی تھی کہ ہذا عالم الدنیا الیوم۔ یہ اس وقت روئے زمین کے بہت بڑے عالم ہیں۔ آج تک اس میں صداقت ٹپکتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ ابو حنیفہ شخصیت و کردار کے خوبصورت، جامع الصفات مجموعے کا نام ہے۔ ایک ایسے سرسبز و شاداب پہاڑ کی مانند جس کے چاروں اطراف سے صاف چشمے ابل رہے ہوں۔

ابو حنیفہ..... علم کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... عمل کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... ولایت کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... تقویٰ کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... خشیت الہی کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... للہمیت کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... دینی تفقہ کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... قانون دانی کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... آئین سازی کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... دستور سازی کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... افراد سازی کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... علم کلام کے موجد کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... علم فقہ کے مدون اول کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... علم حدیث سے استنباط کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... علم تفسیر میں پختگی کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... علم مناظرہ میں فتح کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... بشارت نبوی کا عملی مظہر کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... شاہوں کے دربار میں استغناء کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... تجارت کے میدان میں التاجر الصدوق کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... میدان کارزار میں استقامت کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... اہل باطل پر خدائی یلغار کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... اہل حق کے لیے نصرت و کامیابی کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... مفسرین کے عظیم استاد کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... محدثین کے جلیل القدر شیخ کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... فقہاء کے سر تاج کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... دینی سیاست کے اصولوں کا نام ہے۔

ابو حنیفہ..... باہمی اخوت، ہمدردی، ایثار و بھائی چارگی کا نام ہے۔

الغرض! ابو حنیفہ ایک ایسی سوچ، تدبر، تفکر، تفقہ اور زاویہ نگاہ کا نام ہے جس میں عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کے ساتھ دنیا و دین کی بھلائی حاصل کی جاسکتی ہے اسی روایت کے تسلسل کو بقا اور جلاء بخشنے کے لیے ہماری جماعت عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعت کے زیر اہتمام مورخہ 11 مئی 2014 کو سرزمین اسلام آباد پر اس جلیل القدر فقیہ اور امت مسلمہ کے عظیم محسن کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ایک عظیم الشان اور فقید المثال امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ سیمینار کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔

تمام قارئین سے درخواست ہے کہ اس پروگرام کی مقبولیت و نفعیت کے لیے اللہ کے حضور دعا گو رہیں۔ اللہ اس کو نفع بخش بنائے اور شریروں اور حاسدوں کی بدخواہی سے اور حوادث و سانحات سے محفوظ و مامون رکھے۔

نوٹ: یہ پروگرام ہماری ویب سائٹ www.ahnafmedia.com پر براہ

راست نشر کیا جائے گا۔

والسلام

مہر ریاس کھن

سالانہ دورہ تحقیق المسائل

اس کے ساتھ ساتھ دوسری بڑی خوشخبری یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سالانہ امتحانات کے فوراً بعد مورخہ 31 مئی 2014 کو قرآن و سنت اور فقہ کی اشاعت و تحفظ کے عالمی ادارے مرکز اہل السنۃ والجماعت 87 جنوبی سرگودھا میں حسب سابق سالانہ دورہ تحقیق المسائل کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔ تقریباً 12 دن کے اس کورس کی افادیت اور اہمیت کا اندازہ اہل ذوق اہل تحقیق اور اہل علم کے اس کی طرف کثرت سے رجحان سے لگایا جاسکتا ہے۔ مسلک اہل السنۃ والجماعت کے مسلمات، عقائد و نظریات، مسائل و احکام اور دلائل و براہین کی افہام و تفہیم، اور فرق ضالہ اور متجددانہ نظریات کے حاملین کا علمی تعاقب، اصول و قواعد کی روشنی میں سکھایا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں وقت کی پابندی کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے اس لیے مقررہ تاریخ بروز ہفتہ ٹھیک صبح 7:30 بجے کلاس کا آغاز ہو جائے گا۔

حج و عمرہ سروس
گورنمنٹ لائسنس نمبر
LHR-4005



ورلڈ وائس کرکٹ ٹیلیویژن

عمرہ کی بکنگ
جاری ہے

تاریخ سیال عثمانی

خصوصی پیشکش ویزہ اور ٹکٹ
کنفرم ہونے کے
بعد رقم وصول کی جائے گی

نمائاں خصوصیات

تمام ایئر لائنز کی اندرون
اور بیرون ممالک کیلئے
ٹکٹ کنفرم کروائیں

فیصل پلازہ گلبرگ چوک میانوالی شہر

فون

0300-6025553/0321-6350553/0459-236553

اسلام کا آفاقی نظام اور متضادم نظریات

عبدالصمد

دنیا پر عظیم ترین اثرات ڈالنے والے مذہب سے تعلق رکھنے والوں نے جب اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرنا شروع کیا تو ایک وقت وہ بھی آیا کہ مسلمان مغلوب ہوتے چلے گئے، دنیا کی باگ دوڑ ان کے ہاتھ سے لے لی گئی اور وہ تنزل کا شکار ہوئے۔ وجہ یہ کہ وہ اپنے مقصد وجود سے ناواقف ہوتے گئے یہاں تک کہ آج وہ اُس کو بھول ہی چکے ہیں۔ مسلمانوں کے وجود کا سب سے بڑا مقصد اللہ کی فرماں برداری، اس کی خوشنودی کا حصول، اس کی بادشاہی و احکام کے سامنے سپردگی ہے اور دنیا میں ہر سطح پر اللہ کی کبریائی قائم کرنا ہے۔

چونکہ یہ ایک عظیم ترین مقصد ہے لہذا حصول مقصد کے لیے ایک طویل جدوجہد کی بھی ضرورت ہے۔ ہر اس عقیدہ، تربیت، اخلاق، اغراض اور خواہشات کے خلاف جو اس میں مزاحم ہوں اور ان تمام نفسی و آفاقی (داخلی و خارجی) آہلہ و معبودانِ باطل کے خلاف جو اللہ کی فرماں برداری اور اخلاص میں حریف اور رقیب ہوں۔ اس مخلصانہ جدوجہد کا ایک تقاضہ یہ بھی ہے کہ انسان اُس اسلام سے بخوبی واقف ہو جس کی خاطر وہ مصروفِ عمل ہے۔ ساتھ ہی کفر و جاہلیت سے بھی مکمل واقفیت کی ضرورت ہے۔ تاکہ جہالت جس لباس اور جس رنگ میں بھی ظاہر ہو اس کو پہچان لے اجائے۔

حضرت عمرؓ کا قول ہے: ”مجھے خطرہ ہے کہ وہ شخص اسلام کی کڑیاں بکھیر دے گا جس نے اسلام میں نشو و نمو پایا اور جاہلیت کو وہ نہیں پہچانتا۔“ لہذا ضروری ہے کہ مسلمان زمان و مکاں کے حدود کی پابندیوں سے اوپر اٹھ کر صراطِ مستقیم پر قائم

رہیں۔ نیز وہ اتنی ذکاوت و مستعدی اور علم رکھتے ہوں اور محنت کرنے کے لیے تیار ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں جو طبعی قوتیں پیدا کی ہیں، اور زمین میں دولت و قوت کے جو چشمے اور دفینے رکھ دیئے ہیں، ان سے کام لیتے ہوئے ان کو اسلام کے مقاصد کے لیے مفید بنا سکیں۔

موجودہ فکری و نظریاتی یلغار:

موجودہ دور میں دنیا کے مختلف ممالک دو بڑے نظریات کی یلغار میں مبتلا ہیں۔ ان میں سے ایک لبرل ازم ہے تو دوسرا سیکولر ازم۔ ضرورت ہے کہ اس فکری یلغار کا ہر سطح پر مقابلہ کیا جائے تاکہ زندگی کے تمام ہی شعبہ جیات؛ دین و مذہب، اخلاق، سماج، تعلیم، معاش اور سیاست اس کی خباثت سے نکل کر انسانوں کو حقیقی زندگی پر عمل کرنے میں معاون و مددگار ہوں۔ نیز سرمایہ دارانہ ستعمار اور "انتہا پسندی" و "دہشت گردی" جیسے مذموم نعروں کی آڑ میں جو آج کھل کر معصوم انسانوں کا بڑے پیمانے پر استحصال جاری ہے اُس پر قابو پایا جاسکے۔

اگرچہ کمیونزم اور سوشلزم کو شکست ہو گئی ہے اس کے باوجود مذکورہ دونوں نظریات اپنی نوع کے اعتبار سے اصل نظریات نہیں ہیں بلکہ لبرلزم اور سیکولرزم کے ہی محض فروغ ہیں۔ ایک جانب مسلم ممالک تو وہیں دوسری جانب دنیا کا بڑا خطہ لبرل ازم اور سیکولر ازم کی جکڑ بندیوں میں بری طرح گھرا ہوا ہے۔ واقع یہ ہے کہ ایک جانب مسلم ممالک کے بیشتر سیکولر حکمران اپنے مفادات کی خاطر مغربی طاقتوں کے ہمنوا بلکہ آلہ کار بنے ہوئے ہیں تو وہیں دوسری جانب مسلمانوں کی اکثریت لبرلزم اور سیکولرزم کو نہ سمجھنے کے باعث اس لڑائی کو ایک گولگو کی حالت میں دیکھ رہی ہے۔

لبرلزم اور سیکولرزم کے وہ علم بردار جو مسلمان ممالک کے شہری ہیں عوام

انسان کو ایک دھوکے میں مبتلا کیے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ خدا، رسول، قرآن اور اسلام کا نام لیتے ہیں مگر عملی زندگی میں اسلامی تعلیمات کے نفاذ سے بدکتے ہیں۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ایک آدمی بیک وقت مسلمان اور سیکولر لیبرل ہو سکتا ہے۔ یہ لوگ سیاسی، ادبی، صحافتی اور ثقافتی حلقوں میں اثر و نفوذ رکھتے ہیں اور ذرائع ابلاغ اور حکومتی وسائل کو استعمال کرتے ہوئے نہایت آہستگی اور خاموشی کے ساتھ معاشرے کے تمام شعبوں سے خدا اور اسلام کو بے دخل کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ سیکولرزم کی ساخت کے عین مطابق یہ سیکولر حکمران یا دانش ور مسلمانوں کے عقائد، مراسم عبودیت اور رسوم و رواج کی نہ صرف یہ کہ مخالفت نہیں کرتے بلکہ خود بھی ان کو اختیار کر کے عوام کو اپنے متعلق پکے مسلمان ہونے کا تاثر دیتے ہیں اور مسلمان عوام ان سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔

لبرل ازم - حقیقت کیا ہے؟

لفظ 'لبرل' قدیم روم کی لاطینی زبان کے لفظ 'لائبر' (liber) اور پھر لائبرالس (liberalis) سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے: آزاد، جو غلام نہ ہو آٹھویں صدی عیسوی تک اس لفظ کا معنی ایک آزاد آدمی ہی تھا بعد میں یہ لفظ ایک ایسے شخص کے لیے بولا جانے لگا جو فکری طور پر آزاد، تعلیم یافتہ اور کشادہ ذہن کا مالک ہو۔

اٹھارھویں صدی عیسوی اور اس کے بعد اس کے معنوں میں خدا یا کسی اور مافوق الفطرت ہستی یا مافوق الفطرت ذرائع سے حاصل ہونے والی تعلیمات سے آزادی بھی شامل کر لی گئی، یعنی اب لبرل سے مراد ایسا شخص لیا جانے لگا جو خدا اور پیغمبروں کی تعلیمات اور مذہبی اقدار کی پابندی سے خود کو آزاد سمجھتا ہو، اور لبرلزم سے مراد اسی آزاد روش پر مبنی وہ فلسفہ اور نظام اخلاق و سیاست ہوا جس پر کوئی گروہ یا معاشرہ عمل

کرے۔ یہ تبدیلی اٹلی سے چودھویں صدی عیسوی میں شروع ہونے والی تحریکِ احیائے علوم (Renaissance) یعنی (re-birth) کے اثراتِ یورپ میں پھیلنے سے آئی۔ برطانوی فلسفی جان لاک (1620ء-1704ء) پہلا شخص ہے جس نے لبرلزم کو باقاعدہ ایک فلسفہ اور طرزِ فکر کی شکل دی۔ یہ شخص عیسائیت کے مروجہ عقیدے کو نہیں مانتا تھا کیونکہ وہ کہتا تھا کہ بنی نوع انسان کو آدم کے اس گناہ کی سزا ایک منصفِ خدا کیوں کر دے سکتا ہے جو انھوں نے کیا ہی نہیں۔ عیسائیت کے ایسے عقائد سے اس کی آزادی اس کی ساری فکر پر غالب آگئی اور خدا اور مذہب پیچھے رہ گئے۔

انقلابِ فرانس کے فکری رہنما والٹیر (1694ء-1778ء) اور روسو (1712ء-1778ء) اگرچہ رسمی طور پر عیسائی تھے مگر فکری طور پر جان لاک سے متاثر تھے۔ انھی لوگوں کی فکر کی روشنی میں انقلابِ فرانس کے بعد فرانس کے قوانین میں مذہبی اقدار سے آزادی کے اختیار کو قانونی تحفظ دیا گیا اور اسے ریاستی امور کی صورت گری کے لیے بنیاد بنا دیا گیا۔ امریکا کے اعلانِ آزادی (American Declaration of Independence) میں بھی شخصی آزادی کی ضمانت جان لاک کی فکر سے متاثر ہو کر دی گئی ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا، وکی پیڈیا اور اوکسفرڈ ڈکشنری)

دنیا کے مختلف ممالک میں خدا، حیات بعد الموت اور دینِ اسلام کی دنیاوی امور سے متعلق تعلیمات کے بارے میں آج جو بے اطمینانی پائی جاتی ہے، اس کا سرچشمہ یہی یورپ کی خدا اور اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے برگشتہ فکر ہے جس کی ذرا سخت قسم لبرلزم اور کچھ نرم سیکولرزم ہے۔

یہ لبرل ازم اور سیکولر ازم ہی ہے جس نے موجودہ دور میں مسلم ممالک، مسلم جماعتوں اور مسلم اداروں کو بھی عصری تعلیم میں "تصورِ وحی کی نہی" جیسے تعلیمی

نظام کو یا تو فروغ دینے یا اس کا آلہ کار بننے پر مجبور کیا ہے۔ نتیجتاً ہر خاص و عام مادیت اور آوارگی و نفسانی خواہشات میں مبتلا ہو گیا۔

لائحہ عمل:

آج امت کو درپیش مسائل کا واحد راستہ یہی ہے کہ حقائق اور واقعات کا جرات و دور اندیشی اور صحیح دینی روح اور دینی بصیرت کے ساتھ سامنا کیا جائے، اور ملک میں دین کی صحیح تعلیم کے مطابق ہمہ گیر، صالح اور ضروری تبدیلی کے لیے صدق دل اور اخلاص کے ساتھ کوشش شروع کی جائے۔

جن چیزوں کا ازالہ اور سدّ باب ضروری ہو ان کا سدّ باب کیا جائے اور جن اصلاحات کا نفاذ اور جن اسکیموں کا آغاز ضروری ہو، ان کے آغاز میں دیر نہ کی جائے۔ اسلام، قرآن اور سنت رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی روشنی میں اور اسلامی حدود کے مطابق معاشرہ میں مساوات اور انصاف قائم کیا جائے۔ اہل ملک کی خوش حالی اور فارغ البالی کے لیے ضروری قدم اٹھائے جائیں، کم از کم جمہور کے ہر فرد کے لیے امکانی حد تک ضروریات زندگی کا بندوبست ہو۔ اس بے جا اسراف اور حد سے بڑھی ہوئی فضول خرچی کو ختم کیا جائے جو عوام کی حقیقی ضروریات بھی پوری ہونے نہیں دیتی۔

اشنیاء اہل ثروت میں ایثار کا مادہ، اور ضروریات سے فاضل مال کے خرچ کا جذبہ اور "یسئلونک ماذا ینفقون، قل العفوا" پر عمل کرنے کا شوق ہو اور فقراء میں استغناء و خود داری اور اپنے گاڑھے پسینہ اور محنت و قابلیت سے اپنی ضروریات زندگی کے بندوبست کا جذبہ ہو۔ نظام تعلیم کو نئے سرے سے اس طرح ڈھالا جائے کہ وہ اسلام کے عقائد و اصول اور عصر جدید کے تغیرات اور علوم و وسائل دونوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو اور دونوں کے تقاضے پورے کرتا ہو۔ اور نئی نسل میں ایک طرف

ایمان و یقین اخلاقی قوت، استقامت، خود اعتمادی و خود داری اپنے دین پر غیر متزلزل یقین اور اس کے لیے قربانی کا جذبہ ہو، تو وہیں دوسری طرف قوتِ ایجاد، فکری استقلال، بلند ہمتی اور اولوالعزمی پیدا کرنے اور جرات و ذہانت کے ساتھ مغرب کا مقابلہ کرنے کا جوہر اور اوصاف پیدا کیے جائیں۔ اس کے لیے لازم ہے کہ ہر باشعور مسلمان ایک پھر تجدیدِ شہادت کا فریضہ انجام دیتے ہوئے منظم جدوجہد کے لیے صحیح اسلامی بنیادوں پر یا تو خود ایک گروہ مخصوص تشکیل دے بصورت دیگر موجودہ اسلامی تحریکات کو وہ حصہ بن جائے۔

وہ افراد جو یہ فیصلہ کر لیں کہ وہ بذاتِ خود ایک صالح گروہ تشکیل دیں گے یا وہ حضرات جو کسی اسلامی تحریک کا حصہ بنیں گے، دونوں ہی طرح کے افراد کو یہ بات بھی پیش نظر رکھنا ہوگی کہ موجودہ حالات میں مسلمانوں کے لیے کام کا کوئی ایک ہی میدان نہیں ہے، بلکہ پوری انسانی زندگی اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ اس کے دائرہ عمل میں آتی ہے۔ اسلام تمام انسانوں کے لیے ہے، اور ہر چیز جس کا انسان سے کوئی تعلق ہے اس کا اسلام سے بھی تعلق ہے۔ لہذا اسلامی تحریک ایک ہمہ گیر نوعیت کی تحریک ہے اور یہ خیال کرنا غلط ہے کہ اس تحریک میں کام کرنے کے لیے صرف خاص قابلیتوں اور خاص علمی معیار کے آدمیوں ہی کی ضرورت ہے، نہیں، یہاں ہر انسان کے لیے کام موجود ہے، کوئی انسان بیکار نہیں ہے، جو شخص جو قابلیت بھی رکھتا ہو اس کے لحاظ سے وہ اسلام کی خدمت میں اپنا حصہ ادا کر سکتا ہے۔ عورت، مرد، بوڑھا، جوان، دیہاتی، شہری، کسان، مزدور، تاجر، ملازم، ادیب، ان پڑھ اور فاضل اجڈ، سب یکساں کارآمد اور یکساں مفید ہو سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ جان بوجھ کر اسلام کے عقیدے کو اختیار کر لیں، اس کے مطابق عمل کرنے کا فیصلہ کر لیں، اور اس مقصد کو جسے اسلام

نے مسلمانوں کا نصب العین قرار دیا ہے اپنی زندگی کا مقصد بنا کر کام کرنے پر تیار ہو جائیں۔ اسے دنیا کے پورے نظام زندگی کو بدلنا ہے۔

دنیا کے اخلاق، سیاست، تمدن، معیشت، معاشرت، ہر چیز کو بدل ڈالنا ہے۔ دنیا میں جو نظام حیات خدا سے بغاوت پر قائم ہے اسے بدل کر خدا کی اطاعت پر قائم کرنا ہے۔ اس لیے ہر شخص کو قدم آگے بڑھانے سے پہلے خوب سمجھ لینا چاہیے کہ وہ کس غارِ زار میں قدم رکھ رہا ہے۔ یہ وہ راستہ نہیں ہے جس میں آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹ جانا دونوں یکساں ہوں۔ نہیں، یہاں پیچھے ہٹنے کے معنی ارتداد کے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جماعت سے نکلنا ارتداد کا ہم معنی ہے، بلکہ اصل مطلب یہ ہے کہ خدا کے راستہ میں پیش قدمی کرنے کے بعد مشکلات، مصائب، نقصانات اور خطرات کو سامنے دیکھ کر پیچھے ہٹ جانا اپنی روح اور اپنی حقیقت کے اعتبار سے ارتداد ہے۔ کہا کہ "وَمَنْ يُؤْلِهِمْ يَوْمَئِذٍ ذُئِبْرٌ ۚ لَا مُتَحَرِّجٌ ۚ فَأَلْقَيْتَالِ ۚ أَوْ مُتَحَرِّجٌ ۚ أَقْبَىٰ ۚ فَفَدَّ بَاءً بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا وَاكُفَّهِنَّ مَوْبِئَسَ الْمَصِيرِ" (سورۃ الانفال: 16)

قدم اٹھانے سے پہلے خوب سوچ لو۔ جو قدم بڑھاؤ اس عزم کے ساتھ بڑھاؤ کہ اب یہ قدم پیچھے نہیں پڑے گا۔ جو شخص اپنے اندر ذرا بھی کمزوری محسوس کرتا ہو بہتر ہے کہ وہ اسی وقت رک جائے!

حالات کے پس منظر میں یہ بات عام ہو چلی ہے کہ دنیا کے چودھری امریکہ کی بین الاقوامی پالیسیاں اس کو تباہی کی جانب رواں دواں کیے ہوئے ہیں۔ امریکا کے معروف فلسفی اور اسرائیلی و امریکی حکومتوں کے ناقد پروفیسر نوم چومسکی نے امریکا کو "دنیا کا سب سے بڑا دانا گیر ملک" قرار دیا ہے (دی روگ اسٹیٹ)۔ حقیقت یہ ہے کہ سپر پاور امریکا کو زوال سے دوچار کرنے میں خود اس کی پالیسیاں اور عوامل نمایاں کردار

ادا کر رہے ہیں۔ نیز ان پالیسیوں پر خود امریکا میں بھی علمی حلقوں اور عوامی سطح پر احتجاج کیا جا رہا ہے۔ لہذا اگر وہ اپنی روش نہیں بدلتا اور مجموعی طور پر دنیا میں فساد اور بگاڑ ہی کا باعث بنتا ہے تو خدا کے قانون کے تحت زوال اس کا لازمی مقدر ہے۔ اس پس منظر میں ہمارے پاس یہ معلوم کرنے کا تو کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ آئندہ کون سی قوم اٹھائی جائے گی۔ لیکن یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ اگر مسلمانوں نے اپنے فکرو عمل میں تبدیلی پیدا نہیں کی تو ممکن ہے کہ آج سے زیادہ مسائل سے وہ دوچار ہو جائیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب وہ ایک قوم کو اس کے برے اعمال کی وجہ سے گراتا ہے تو اس کی جگہ کسی ایسی قوم کو اٹھاتا ہے جو اس مغضوب قوم کی طرح بدکار اور اس کے مانند سرکش نہ ہو۔ کہا کہ: "اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے" (سورۃ محمد: 38)

آئیں

دیکھیں

پڑھیں

خریدیں

قرآن و سنت کی نشر و اشاعت کا عالمی ادارہ

دارالانجیان



متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کی تمام تالیفات،
مدلل بیانات، آڈیو ویڈیو سی ڈیز، میموری کارڈز اور مسلک
اہل السنۃ والجماعۃ کے نامور مصنفین اور محققین کی تصانیف کا مرکز

شاپ نمبر 4 گلشن اردو بازار سوئی محل گلشن اقبال، کراچی

0334-2028787

دور حاضر میں تحقیق اور فکری گمراہی کے اسباب

مولانا محب اللہ جان

آج جس دور سے ہم گزر رہے ہیں یہ انتہائی پر فتن دور ہے۔ گمراہ کن نظریات و افکار چاہے ان کا تعلق عقائد سے ہو یا اعمال سے، ایمان سے ہو یا اسلام سے، مسائل سے ہو یا احکامات سے، ظاہر سے ہو یا باطن سے، یہ سب خوب عروج پارہے ہیں۔ بالخصوص ”تحقیق“ اور ”ریسرچ“ کے نام پر اٹھنے والے فتنے اسلامی تعلیمات اور اس کے عقائد و نظریات میں مسلسل رخنہ اندازی کر رہے ہیں۔ نام نہاد مفسر قرآن ہوں یا فرنگی ساختہ اہل حدیث، قرآن کے نام پر ہو یا سنت کے نام پر ہو، اصلاح اور تزکیہ باطن کے نام سے ہو یا فلاح اور خدمت خلق کے نام سے الغرض ان سب کی محنت کا نچوڑ قرآن و سنت کی تشریحات میں قطع برید سے کام لے کر دین کے صحیح اور حقیقی مفہوم کو مسخ کرنا ہے۔ بڑھتے ہوئے تحقیق اور ریسرچ کے نام پر ان باطل فتنہ انگیزوں کے مسلسل رخنہ اندازیوں سے ایک طرف جہاں عوام الناس کے اعتقادات بگڑنے شروع ہوئے وہاں دوسری طرف کچھ ہمارے عملی و فکری حلقوں پر بھی اس کے اثرات بد بڑی شد و مد سے دیکھنے میں آرہے ہیں۔

کیونکہ جب یہ بات سامنے آئی کہ فکری گمراہی کا شکار ہونے والے چونکہ اولاً تحقیق اور ریسرچ میں پڑ کر گمراہ ہوئے ہیں لہذا اب جو بھی تحقیق اور ریسرچ کا نام لیتا ہے تو ہمارے کچھ نادان دوست گمراہی کا تصور لئے انہیں مشکوک نگاہوں سے دیکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ انہیں سوچنا چاہئے کہ اسلام مذہب ہدایت ہے قرآن کتاب ہدایت ہے احادیث اور سنن مبارکہ پیغام ہدایت ہیں اس کے مطالعہ اور اس

میں غور و خوض سے کوئی کیسے گمراہ ہو سکتا ہے؟ البتہ ان نام نہاد محققین کی فکری، نظریاتی گمراہی کے چند اسباب و عوامل ہیں جن کی وجہ سے یہ ہدایت کی بجائے گمراہی کے انجانے رستے کے راہی بنے ہوئے ہیں۔

جس نے بھی اسلامی تحقیقات کے اصول اور ضوابط کو سامنے رکھ کر تحقیق کے مراحل کو طے کیا ایسے لوگوں کی گمراہی کی مثال نہیں پیش کی جاسکتی۔ لہذا فکری گمراہی کے ان عوامل کو سامنے رکھ کر تحقیق اور ریسرچ میں ناکام ہونے والوں کے اسباب سے بہت کچھ عبرت کا درس لیا جاسکتا ہے اگر ذوق تحقیق رکھنے والے احباب فکری گمراہی کے ان عوامل کو سامنے رکھ کر سلسلہ تحقیق کو جاری و ساری رکھیں تو وہ کبھی بھی گمراہی اور ضلالت کا شکار نہیں ہو سکتے۔ انشاء اللہ العزیز۔

تقلید سے فرار:

گمراہ کن فتنوں کے لٹریچر اور ان کی کتب و رسائل اور جرائد کا غور اور خوض سے مطالعہ کے بعد سب سے بنیادی چیز جو ان کی فکری گمراہی میں مبتلا ہونے کی سامنے آئی وہ ”تقلید سے فرار“ ہے۔ تقلید کی شرعی حقیقت و حیثیت اور اس کی ضرورت و اہمیت پر اہل علم نے بہت کچھ لکھا ہے۔ یہاں صرف اتنی بات عرض کرنی ہے کہ تحقیق و ریسرچ میں فکری گمراہی کا راستہ تب کھلتا ہے جب تقلید کا دامن ہاتھ سے چھوٹتا ہے۔ دراصل تقلید یا اعتمادیہ انسان کی جیسے شرعی ضرورت ہے ایسی ہی فطری ضرورت بھی ہے۔ تقلید سے فرار جیسے شریعت سے فرار ہے ایسے ہی فطرت سے بھی فرار ہے اور فطرت سے فرار اور بیزار شخص آخر فطرت پر ایک نہ ایک دن ضرور پلٹتا ہے۔ اس دور میں بھی دیکھئے کہ جو تقلید کو شرک و باطل کہتے نہیں تھکتے تھے آج خود انہوں نے بھی تقلید شروع کر لی ہے کیونکہ یہ ایک فطری چیز تھی جس سے فرار میں سوائے

گر اہی اور ضلالت کے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آیا۔

جو لوگ حنفیت کی تقلید کو اسلام کے متوازن و مقابل مذہب کی تقلید سمجھتا ہے۔ آج انہوں نے بھی تقلید کی اس فطری ضرورت کو عملی طور پر تسلیم کر لیا ہے وہ اس طرح کہ آج جو تحقیقات منظر عام پر آرہی ہیں ان میں اگر وہ کسی حدیث کی صحت کا اعلان کرتے ہیں تو دلیل کے طور پر صرف اتنا کہتے ہیں کہ البانی نے اس کو ”صحیح“ قرار دیا اور جس روایت کے ضعف کا دعویٰ کرتے ہیں تو دلیل کے طور پر بھی یہی کہتے ہیں کہ موصوف نے اس کو ”ضعیف“ قرار دیا ہے۔

قارئین کرام! وہ فرقہ جس نے تقلید کو ہدف بنا کر امت مسلمہ کو حنفیت سے بیزار کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آج خود وہ قرآن و حدیث سے ماوراء البانی کی تحقیقات کو حرف آخر سمجھتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ آخر کسی پر تو اعتماد کرنا ہی پڑے گا۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ اگر احناف خیر القرون کے نامور تابعی نعمان بن ثابت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر اعتماد کریں تو شرک کہلائے اور اس صدی کے البانی کی تحقیقات پر اعتماد کریں تو وہ دین کا قابل اعتبار حصہ۔

میں کسی بھی قسم کی تکلفات کا پابند نہیں اور نہ ہی محض تعصب کا شکار ہوں بلکہ یہ وہ حقیقت ہے جو مجھے ہر جگہ اور ہر فکری گمراہی کی بنیاد میں نظر آئی ہے اور تقلید کا یہاں یہ مفہوم صرف اس حد تک کے لئے خاص نہیں ہے جو اکثر لوگ سمجھتے ہیں، بلکہ میری مراد تقلید سے یہاں سلف صالحین، فقہائے امت کے دینی ذوق اور ان کے فہم پر اعتماد کرنا ہے۔ جس وقت فقہاء اسلام کی سمجھ اور فہم سے انسان گریزاں رہنا شروع ہو جاتا ہے تب پھر صرف ایک ہی گمراہی نہیں بلکہ سینکڑوں گمراہیوں کے لیے اس شخص کو اپنے پلیٹ میں لینا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ فکری گمراہیوں کے راہ میں

سب سے بڑی رکاوٹ فقہاء اور ان پر دینی معاملات میں اعتماد کرنا ہے تو شیطان اور اس کے مشن کے علمبردار کسی کو گمراہ کرنے کیلئے سب سے پہلے اس کے اعتماد کو مشکوک بناتے ہیں، اس کی عقیدت اور اعتماد کو کمزور کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ دیگر فکری گمراہیوں کے لئے راستہ آسان ہو جائے جب تک انسان فقہاء پر اعتماد کرتا رہتا ہے اور تقلید کے دامن سے وابستہ رہتا ہے تب تک گمراہی اس کے گرد بھی نہیں ٹپک سکتی۔ تحقیق اور ریسرچ کے میدان میں سب سے پہلے جس چیز کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے وہ یہ ہے کہ کسی بھی جگہ فقہائے امت سے عدم اعتماد کی فضاء نہ بن پائے۔ اگر آپ کو کہیں مسئلہ کی وضاحت معلوم نہ ہو یا اس کی حقیقت معلوم نہ ہو یا آپ کا مطالعہ اور ریسرچ فقہاء کے مخالف جارہی ہو تو بجائے ایک الگ رخ اور نظریہ اختیار کرنے اور ایک الگ شاہراہ پر گامزن ہونے کے ضروری ہے کہ آپ اہل علم سے رجوع کریں۔ قرآن مقدس نے بھی ہمیں اس کا حکم دے کر عظیم فکری گمراہیوں سے بچنے کا ایک بلند اصول سمجھایا ہے۔ کاش کہ قرآن قرآن کی رٹ لگانے والوں کو قرآن کا یہ فلسفہ بھی معلوم ہو جائے کہ **فَاسْأَلُوا أَهْلَ الدِّثْرِ إِن كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ**۔

کہ جہاں آپ کی عقل، تحقیق، ریسرچ، مطالعہ، علم اور معلومات جواب دے جائیں وہاں اہل علم سے رجوع کر کے اپنے مسئلہ کا حل تلاش کریں، نہ کہ جمہور امت سے کٹ کر گمراہی کی تاریک وادی میں جا گھسیں۔ کیونکہ جب ایک مسئلہ میں دوری پیدا ہو جاتی ہے تو پھر آہستہ آہستہ عدم اعتماد کی یہ فضاء دل دماغ کے آفاق میں پھیلتی چلی جاتی ہے اور پھر اس انسان کو وہ وقت بھی دیکھنا پڑ جاتا ہے کہ وہ فقہائے امت سے مکمل طور پر بیزار ہو کر گمراہی کی شاہراہ پر گامزن ہو جاتا ہے اور جمہور کی راہ سے ہٹ ہو کر ہر قسم کی فکری گمراہیوں کیلئے ترنوالہ بن جاتا ہے۔

عصر حاضر میں جتنے بھی باطل فتنے عروج پارہے ہیں اور تحقیق اور ریسرچ کے نام پر گمراہی کے تاریک غار میں داخل ہو رہے ہیں ان کی گمراہی میں سب سے بنیادی سبب جس کو فقہائے اسلام سے بیزاری یا ”تقلید سے فرار“ کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔ اگريوں کہا جائے کہ انسان پہلے تقلید اور اعتماد سے بیزار ہوتا ہے پھر سينکڑوں گمراہيوں کا شکار ہو جاتا ہے تو بالکل بجا ہو گا۔

ناقص رائے پر اصرار:

فکری و نظریاتی گمراہی کا دوسرا سبب جہاں انسان ہدایت کی بجائے گمراہی کا شکار ہو جاتا ہے وہ اپنی ناقص رائے پر ٹکا رہنا ہے انسان کی فطرت ہے کہ جب وہ کسی نتیجہ پر ایک جدوجہد کے بعد پہنچتا ہے تو پھر اس نتیجہ کو قربان ہونے نہیں دیتا اور بسا اوقات یہی چیز اس کی فکری گمراہی کا سبب بن جاتی ہے۔ تحقیق اور ریسرچ میں آج تک جتنے لوگ بھی گمراہ ہوئے ان کی گمراہی میں یہ سبب بھی نمایاں نظر آتا ہے کہ وہ اپنی ناقص رائے پر حد درجہ اڑے رہتے ہیں اور اس کے علاوہ دوسری رائے سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور ان کا یہ مزاج بن جاتا ہے کہ دین کو اصل حقائق کے ساتھ سمجھا ہی اسی نے ہے۔ گزشتہ دور میں کسی کو بھی یہ سعادت میسر نہ آئی جبکہ یہ نظریہ سو فیصد غیر اسلامی اور غیر شرعی ہے کیونکہ ہمیشہ ہر دور میں ایک جماعت کا حق پر قائم رہنا اس امت کی خصوصیات میں سے ہے۔ الغرض کہ انسان کے ذہن پر مختلف اوقات میں مختلف ادوار میں مختلف ارتقائی نظریات کا ورود رہتا ہے اور اس کا ذہن مختلف مراحل طے کرتا ہے۔ انسان کا تجربہ، مطالعہ اور مشاہدہ بڑھتا ہے، تو بہت سے ذہنی نتائج بھی اس کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ دنیا بھر میں جتنے بھی ذہین ترین انسان یا مختلف علوم و فنون کے ماہرین گزرے ان کی داستانوں کے مطالعہ میں یہ چیز بہت

واشگاف ملتی ہے بلکہ کون امام غزالی کو نہیں جانتا؟ ان کے علوم و فنون سے امت آج تک مستفید ہو رہی ہے خود وہ فرماتے ہیں کہ مجھے جب بھی کسی نئے مسئلہ کا علم ہوتا ہے تو مجھ پر میری عقل کا قصور واضح ہو جاتا ہے۔ ہمیشہ انسان کم چیزوں کو جانتا ہے اکثر کو نہیں جانتا۔ اگر انسان ساری عمر بھی اکثر اوقات مطالعہ کتب ہی میں مستغرق رہے پھر بھی اس کو بہت تھوڑا ملتا ہے اس لئے ذوق تحقیق رکھنے والے اہل فکر ہمیشہ اس چیز کا خیال رکھیں، ہو سکتا ہے کہ اس نے جو مطالعہ کیا ہے یا ایک مسئلہ پڑھا ہے اس کو سمجھنے میں اس کی عقل و فہم نے ٹھوکر کھائی ہو۔ ایسی صورت حال میں جمہور کی رائے کو اختیار کرنا ہی دانشمندی ہے اور گمراہی سے بچنے کا واحد حل بھی ہے۔ اللہ کریم کا قانون ہے: فوق کل ذی علمہ علیمہ کہ ہر جاننے والے کے اوپر ایک جاننے والا ہوتا ہے۔ ذوق تحقیق رکھنے والے اصحاب کو ہمیشہ یہ مد نظر رکھ کر چلنا چاہئے کہ ایک انسان کی سمجھ و فہم سے کئی انسانوں کی سوچ و فہم زیادہ ہوتی ہے اور پھر بالخصوص فقہائے دین اور علمائے امت کی سوچ و فہم۔ لہذا اپنی وہ رائے جو اجماع یا نصوص قطعیہ اور براہین واضحہ کے خلاف ہو اس رائے کو قربان کرنا ہی کمال ہے۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ شریعت مقدسہ نے انسان کی رائے کا احترام کیا ہے مگر شریعت نے رائے کے رد و قبول کے معیار بھی قائم کیے ہیں اگر انسان کی رائے اس معیار کے مطابق ہو تو قابل صد احترام و گرنہ وہ رائے ہرگز قبول نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ یوں تو ہر انسان تحقیق کا اعلان کر کے دین میں رائے زنی شروع کر کے اسے بازپچہ اطفال بنا دے گا۔ اگر ہر محقق قرآن و سنت کی روشنی میں بتلائے ہوئے ان معیاروں کو سامنے رکھ کر اپنی ناقص رائے پر خصوصاً جب کہ وہ نصوص اور ان معیاروں پر پورا نہ اترے اصرار اختیار کر کے تفردات کا شکار نہ ہو تو یہ شخص کبھی بھی تحقیق میں فکری گمراہی شکار نہیں ہو سکتا۔

اسلام ایک راہِ اعتدال

مولانا محمد مبشر بدر

اسلام اعتدال و توازن اور عدل و استقامت کا دین ہے۔ قرآن و سنت میں بہت سی ایسی آیات و احادیث ہیں جو اسلام کی وسطیت اور اس کے افراط و تفریط سے پاک متوازن و معتدل ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ ایسی وسطیت جس میں کوئی انحراف و کجی نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہی وہ حق ہے جو آسمان سے اتر آیا ہے۔ لہذا وہ غلو و تقصیر اور افراط و تفریط سے پاک ہے۔ نہ اس میں انتہا پسندی ہے اور نہ اضاعت و بربادی اور نہ سستی و دلیری۔ چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں: ”اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک درمیانی امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ رہیں۔“

(سورۃ البقرۃ: 143)

اور فرمایا: ”تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو۔“ (سورۃ آل عمران: 110)

ایک جگہ فرمایا: ”اے اہل کتاب! اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گزر جاؤ اور اللہ پر بجز حق کے اور کچھ نہ کہو۔“ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دین آسان ہے اور جو بھی دین میں بے جا سختی کرتا ہے تو دین اس پر غالب آجاتا ہے۔ یعنی ایسا انسان مغلوب ہو جاتا ہے اور دین پر عمل ترک کر دیتا ہے۔ پس تم سیدھے راستے پر رہو اور رات کے کچھ حصہ کی عبادت سے مدد حاصل کرو۔“ (صحیح بخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عقبہ کی شب، جب آپ اپنی سواری پر تھے

فرمایا: میرے لیے کنکریاں چن کر لاؤ، تو میں نے آپ کے لیے سات کنکریاں چنیں، وہ کنکریاں ایسی تھیں جو دونوں انگلیوں کے بیچ آجائیں۔ آپ انہیں اپنی ہتھیلی میں ہلاتے تھے اور فرماتے تھے: انہی جیسی کنکریاں مارو۔ پھر آپ نے فرمایا: لوگو! تم دین میں غلو سے بچو، کیوں کہ تم سے پہلے کے لوگوں کو دین کے غلو نے ہی ہلاک و برباد کر دیا۔

ابن جریر طبری فرماتے ہیں: میرے خیال سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان مومنوں کو، دین میں درمیانہ طریقہ اپنانے کی وجہ سے امت وسط سے متصف کیا۔ چنانچہ وہ دین کے بارے میں غلو کرنے والے نہیں۔ ان عیسائیوں کے غلو کی طرح، جنہوں نے تہذیب میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سلسلے میں غلو کیا اور وہ حد سے آگے بڑھ گئے اور انہیں الوہیت کا درجہ دے دیا۔ اور نہ ہی وہ تقصیر و کوتاہی والے ہیں۔ ان یہودیوں کی کوتاہی کی طرح، جنہوں نے کتاب اللہ کو بدل ڈالا۔ اپنے انبیاء کو قتل کر دیا۔ اپنے رب کا انکار کیا۔ لیکن وہ دین میں توسط، و اعتدال والے ہیں۔

علامہ شاطبی نے کہا کہ جب آپ شرعی کلیہ پر غور کریں گے تو اسے توسط کا ہی حامل دیکھیں گے۔ میانہ روی اور اعتدال پسندی اسلام کے تمام شعبوں میں نمایاں ہے، جیسے شعبہ اعتقاد میں۔ اسلام اقوام و ملل کے بیچ درمیانی مذہب بن کر آیا۔ چنانچہ اسلام میں نہ الحاد ہے اور نہ وثنیت (بت پرستی)، بلکہ ربوبیت والوہیت اللہ کے لیے خاص ہے۔

اسی طرح اسلام اسماء و صفات میں تشبیہ و تمثیل اور تحریف و تعطیل کے قائلین کے بیچ درمیانی مذہب ہے۔ قضاء و قدر کے سلسلے میں اسلام کا موقف، قدریہ اور جبریہ کے دونوں انتہاؤں کے درمیان ایک معتدل موقف ہے اور مسئلہ ایمان کے سلسلے میں یعنی اہل السنۃ والجماعت کا موقف افراط و تفریط سے پاک ہے۔ وہ عمل کو

ایمان کے لیے حسن و جمال قرار دیتے ہیں اور معصیت کے مرتکب کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتے۔

اسی طرح گنہگار کو کامل الایمان نہیں سمجھتے، بلکہ وہ اپنے ایمان کے سبب مومن ہوگا، مگر گناہ کبیرہ کے سبب فاسق ہوگا۔ نبوت و ولایت اور صحابیت کے سلسلے میں بھی توسط ہے، ان لوگوں کی طرح غلو نہیں جنہوں نے نبیوں اور ولیوں کو رب بنا لیا۔ اور نہ ان یہودیوں کی طرح جنہوں نے نبیوں اور رسولوں کی تکذیب کی اور انہیں قتل کیا۔ اہل اسلام درمیانی راہ اپناتے ہوئے اللہ کے تمام رسولوں اور پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی کتابوں پر بھی۔ اس کے ولیوں سے محبت کرتے اور آپ کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے خوش رہتے ہیں۔ اللہ ان سے راضی ہو اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

قارئین! ایک اور میدان بھی ہے، جہاں اس امت کی اعتدال پسندی واضح ہو کر سامنے آتی ہے۔ اور وہ ہے عبادت اور فطری تقاضوں کی پاسداری کا میدان، روحانی تہجد، اور مادی ارتکاز میں غلو کیے بغیر روح اور بدن کے بیچ نادر رشتے کی بقاء کا مسئلہ، چنانچہ یہاں نہ تو رہبانیت ہے اور نہ ہی صرف مادیت، بلکہ فرمان حق تعالیٰ کی روشنی میں ایک ربط و سلیقگی، اور اعتدال و میانہ روی ہے: قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے: ”اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھول۔“ (سورۃ القصص: 77)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون کے متبتل (بغیر شادی شدہ زندگی گزارنے کی حالت) کی تردید کی اور اس آدمی کی نکیر کی، جس نے دنیا کی پاکیزہ چیزوں کو اپنے لیے حرام کر لیا، فرمایا: ”میں تو تم میں سب سے زیادہ اللہ سے

ڈرنے والا اور اس کے لیے تقویٰ شعار ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور کبھی نہیں بھی رکھتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں اور رات میں سوتا بھی ہوں۔ ساتھ ہی بیویوں سے ہمستری بھی کرتا ہوں۔“

اور مسلم وغیرہ میں ہے: ”غلو کرنے والے ہلاک ہوئے۔“ اور یہ بھی: ”یہ دین آسان ہے اس لیے اس میں نرمی و آسانی سے داخل ہو جاؤ اور جو دین میں بے جا سختی کرے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا۔“

اور انفاق و خرچ کرنے کے سلسلے میں میانہ روی اس فرمان الہی سے واضح ہے: ”اور جو خرچ کرتے وقت بھی نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی، بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل طریقے پر خرچ کرتے ہیں۔“ (سورۃ الفرقان: 67) حقوق و معاملات میں بھی دین کی اعتدال روی نمایاں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”تمہارے اوپر تمہارے نفس کا حق ہے۔ تمہارے گھر والوں کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے۔ اس لیے ہر حقدار کا حق ادا کرو۔“ (مسند احمد و صحیح مسلم)

کچھ اور اہم شعبے ہیں جن میں اس امت کی اعتدال پسندی نمایاں ہے۔ ان کا تعلق تشریع تحلیل و تحریم، منہج فکر و نظر اور طریق استدلال سے ہے۔ ان شعبوں میں شریعت اسلامیہ نے افراط و تفریط کے بیچ میانہ روی اختیار کی۔ تحلیل و تحریم کے فیصلے کا حق صرف اللہ کو حاصل ہے ”إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ“ فیصلے کا اختیار صرف اللہ کے لیے ہے۔ ”أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ“ اللہ ہی کے لیے خاص ہے خالق اور حاکم ہونا۔ (قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ) (سورۃ الأعراف: 32)

”آپ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے اسباب زینت کو، جن کو اس

نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے؟“ منہج فکر و نظر اور استنباط میں اسلام نے حصول معرفت کے مصادر میں موازنہ کر کے صحیح منقول اور صریح معقول کے بیچ موافقت پیدا کی ہے۔ قواعد و ضوابط سے رہنمائی اور شریعت کے اسرار اور رموز کی حکمت میں توافق کا راستہ اپنایا ہے۔ مصالح و منافع اور خرابی و نقصان کے درمیان موازنہ کیا ہے۔

ان کے علاوہ متعدد مقامات ہیں جہاں اسلام ہمیں راہِ اعتدال پر کھڑا نظر آتا ہے اور اپنے پیروان کو بھی اسی راہ چلنے کی تلقین کرتا ہے۔ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں: ”افراط میں پڑنا آسان ہے اور تفریط کی طرف مائل ہونا بھی سہل ہے پر اپنے آپ کو اعتدال پر قائم رکھنا بہت مشکل ہے۔“ اللہ تعالیٰ ہمیں افراط و تفریط سے بچائے۔ آمین

لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ

ہمارا عزم فطرت سے قریب تر صحت مند زندگی

جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت

قائم شدہ 1950ء

رجسٹریشن نمبر 1195

سرخہ جوہری دیشون

دارالخزمت

جوہر زیتون جوڑوں کے درد کا مکمل علاج

تمام ہباتِ خالقِ ارض و سماء کے ہی پیدا کردہ ہیں لیکن چند پودوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے خود اپنی مقدس کلام میں فرمایا ہے اور اس طرح ان پودوں کے نام تابد کلام الہی میں محفوظ ہو گئے ہیں ان میں زیتون کا ذکر بکثرت ملتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے ”قسم ہے انجیر کی اور تم ہے زیتون اور تم ہے طور سینا کی اور اس ان والے شہر کی ہم نے انسان کو بہترین انداز میں پیدا فرمایا“ قرآن پاک میں زیتون کا لفظ اس کے نام کے ساتھ چھ مرتباً آیا ہے۔

فوائد

جوہر زیتون: جوڑوں کا درد، کمزور، ناک کا درد ختم کرتا ہے۔
جوہر زیتون: پٹھوں کی کمزوری، جوڑوں پر سوجن، ورم ختم کرتا ہے۔
جوہر زیتون: گھٹھیا، مہروں کا درد، سردی، زخم ختم کرتا ہے۔
جوہر زیتون: تمام جسمانی درد کو ختم کر کے صحت اور صحت بخار کرتا ہے۔

صدق بیانی کی تمام حدود کو ملحوظ رکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ سرخہ جوہر زیتون کی ایک ہی خوراک انشاء اللہ ایک مرتبہ تو مرلیض گھٹنا کو بسترِ مرگ سے اٹھا دیتی ہے

1500 روپے

بمعدہ ڈاک کی پیش

جوہر زیتون پڑھیں ڈاک منگوائے کے لئے 24 گھنٹے پہلپ لائن

0308-7575668
0345-2366562
0300-2682923

شعبہ طب نبوی علیہ وسلم

عاق نامہ..... شریعت کی نظر میں!! (2)

مولانا عبد الرحمن سندھی

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے پوچھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم والدین کا اپنی اولاد پر کیا حق ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ دونوں (ماں باپ) (اگر تو ان کی خدمت کرے) تیرے لیے جنت میں (جانے کا سبب) یا (تو نے ان کی نافرمانی کی) تیرے لیے جہنم (میں جانے کا سبب) ہیں۔

(سنن ابن ماجہ ص 260)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص والدین کے حقوق بجالانے میں اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے صبح کرتا ہے تو صبح سے ہی اس کے لیے جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں، اگر ماں باپ میں سے ایک زندہ ہے تو پھر ایک جنت کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور جو شخص والدین کے حقوق کے بارے میں اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے صبح کرتا ہے تو صبح سے ہی اس کے لیے جہنم کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اگر ماں باپ میں سے ایک زندہ ہے تو پھر ایک جہنم کا دروازہ کھولا جاتا ہے، تو ایک صحابی نے عرض کیا اگرچہ (والدین) ماں باپ ظلم کریں اولاد پر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا اگرچہ وہ اس پر (اولاد) ظلم کریں۔ (شعب الایمان فضلی فی حفظ حق الوالدین بعد موتھا) اس طرح کی بہت ساری احادیث کے اندر والدین کے حقوق اور نافرمانی کی سزا بیان کی گئی ہے بلکہ والدین کی نافرمانی کی سزا اللہ دنیا میں بھی مرنے سے پہلے دیتے

ہیں ”فانه يجعل لصاحبه في الحياة قبل الموت“ مشکوٰۃ ص 421

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ والدین کی نافرمانی کی سزا مرنے سے پہلے دنیا میں ہی دے دیتے ہیں۔ اور یہ واقعات ہم دنیا میں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں۔

قارئین! جس طرح والدین کے حقوق کو بیان فرمایا ہے اور نافرمانی سے روکا ہے اور نافرمانی کی صورت میں سزا بتائی ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے اولاد کے حقوق کو بھی بیان فرمایا ہے۔ ان حقوق میں سے ایک حق، حق میراث (والدین کے فوت ہونے کے بعد ان کی ملکیت میں حصہ دار ہونا بھی ہے یہ ایسا حق ہے جو اللہ کا دیا ہوا حق ہے جو کسی کے ختم کرنے سے ختم نہیں ہوتا۔ اس لیے ی اگر کوئی اپنے مرنے سے پہلے یہ لکھ دے کہ فلاں شخص میرا بیٹا ہے، یا بیٹی یا بیوی وغیرہ میری ملکیت سے محروم ہوں گے جسے عرف عام میں عاق نامہ کہا جاتا ہے تو اس سے کوئی بھی وارث شرعی طور پر ملکیت سے محروم نہیں ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہے۔ (سورۃ النساء: 11)

اس سورۃ مبارکہ کے اندر حق تعالیٰ شانہ نے تمام ورثاء کے مقرر حصہ کو بیان فرمانے کے بعد فرماتے ہیں ”غَيْرَ مُمَّاۗرٍ وَصِيَّةٌ مِّنَ اللّٰهِ“ (سورۃ النساء: 12)

اس کے تحت مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں: یہ قید اگرچہ صرف اس جگہ مذکور ہے لیکن اس سے پہلے جو دو جگہ وصیت اور دین کا ذکر ہے وہاں پر بھی معتبر اور معمول یہ ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ مرنے والے کے لیے وصیت یا دین (قرض) کے ذریعے وارثوں کو نقصان

پہنچانا جائز نہیں ہے، وصیت کرنے یا اپنے اوپر قرض کا فرضی اقرار کرنے میں وارثوں کو محروم کرنے کا ارادہ ہونا اور اس ارادہ پر عمل کرنا سخت ممنوع ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔

(معارف القرآن ج 2 ص 330)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر وہ وصیت جو ظلم کی بنا پر قائم ہو خطا کی وجہ سے یا جان بوجھ کر اسے انصاف کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اس کی مثال جیسے کسی شخص نے ثلث سے زیادہ کی وصیت کی ہو یا ورثاء میں سے کسی ایک کو محروم کرنے کی وصیت کی ہو یا اس کے علاوہ اور کوئی وصیت کی ہو تو اس کو قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ انصاف کے طور پر ملکیت کو تقسیم کیا جائے گا۔

(احکام القرآن للٹھانوی ج 1 ص 162)

حدیث مبارک میں ہے: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حجۃ الوداع والے سال خطبہ کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اپنا حق دیا ہے اب کسی وارث کے بارے میں وصیت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

(کنز العمال حدیث نمبر 14576)

حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نقل فرماتے ہیں جو شخص وارث کے میراث کا حصہ ختم کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے جنت کا حصہ ختم فرمائیں گے۔

(ابن ماجہ حدیث نمبر 2694)

بعض ایمان کی وجہ سے جو جنت کا حقدار تھا اب جنت کے بجائے اسے جہنم میں داخل کیا جائے گا اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری احادیث ہیں جن کے اندر ورثاء کے حقوق کو بیان کیا گیا ہے اور ورثاء کو محروم کرنے کی صورت میں اس کا وبال بھی بیان کیا گیا ہے۔

اسی طرح فقہاء نے بھی فرمایا ہے: الارث جبوی لا یسقط بالاسقاط
(تنقیح الحامد ج 2 ص 54، مکملہ رد المحتار ج 1 ص 505)

وراثت میں حق اضطراری ہے جو کسی کے ختم کرنے سے نہیں ہوگا۔

قارئین! ان تمام حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ شرعی طور پر
تمام ورثاء کے حصے مقرر کر دیئے گئے ہیں جو کسی کے ختم کرنے سے ختم نہیں ہوں گے
لہذا عاق نامہ کی شرعی طور پر کوئی حیثیت نہیں اور ورثاء کو اپنا مقرر حصہ دیا جائے گا۔
آخر میں کچھ مفتیان کرام کے فتاویٰ جات بھی تحریر کرتے ہیں:

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کوئی شخص اپنی
اولاد کو بوجہ ناراضی بے حق و محروم الارث کو دے، سو یہ امر شرعاً بے اصل ہے اس
سے اس کا حق ارث باطل نہیں ہو سکتا۔
(امداد الفتاویٰ ج 4 ص 364)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو
لڑکا والدین کا نافرمان ہو انہیں ایذا پہنچائے وہ تو خود ہی عاق ہے یعنی نافرمان رہا یہ کہ
عاق کر دینا یعنی اس کو میراث سے محروم کر دینا تو یہ کوئی شرعی بات نہیں ہے اور نہ
شرعاً اس کی اجازت ہے اگرچہ عوام میں یہ بات مشہور ہے مگر بے اصل ہے۔

(کفایت المفتی ج 8 ص 365)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کسی شرعی
وارث کو محروم کرنا یہ ہے کہ وصیت کر دی جائے کہ میرے مرنے کے بعد فلاں
شخص وارث نہیں ہوگا، جس کو عرف عام میں ”عاق نامہ“ کہا جاتا ہے اسی وصیت
حرام اور ناجائز ہے اور شرعاً لائق اعتبار بھی نہیں ہے، اس لیے جس شخص کو عاق کیا گیا
ہو وہ بدستور وارث ہوگا۔
(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج 7 ص 396)

صبر و شکر

ترتیب و عنوانات: مفتی شبیر احمد حنفی

2 جنوری 2014ء بروز جمعرات متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے خانقاہ اشرفیہ اختر یہ مرکز اہل السنۃ و الجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا میں منعقدہ ماہانہ مجلس ذکر سے خطاب فرمایا، جس میں ”صبر و شکر“ کے عنوان پر پُر اثر گفتگو فرمائی۔ بیان کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

الحمد لله نحمدہ ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

احسانات کی بارش:

اللہ رب العزت کا ہم پر بہت بڑا احسان یہ ہے کہ ہمیں انسان بنایا ہے، اللہ رب العزت کا بہت بڑا احسان ہم پر یہ ہے کہ ہمیں مسلمان بنایا، اللہ رب العزت کا بہت بڑا احسان یہ ہے کہ ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا اور اللہ رب العزت کا بہت بڑا احسان یہ ہے کہ ہمیں انسان، مسلمان، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنا کر ان لوگوں کے ساتھ جوڑ دیا جو اللہ کے نام پر خوش ہوتے ہیں اور اللہ کے مخالف

نام سے پریشان ہوتے ہیں۔ تو یہ اللہ رب العزت کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ انسان اس کا جس قدر شکر ادا کرے کم ہے۔

آیت کا مطلب:

میں نے قرآن کریم کی جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے انسان اور جن کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ ہم سب پیدا ہوئے ہیں اللہ رب العزت کی عبادت کے لیے۔ اگر ہم اللہ رب العزت کی عبادت کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ رب العزت کی پیدا شدہ مخلوق کے مقصد جو تخلیق کی اصل بنیاد ہے، ہم اس پر عمل کر رہے ہیں اور ہمیں خوش ہونا چاہیے اور اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو ہمیں یقیناً اس پر پریشان ہونا چاہیے۔ جس چیز کو جس مقصد کے لیے بنایا جائے اس کو اسی مقصد میں استعمال کرنا یہی اُس چیز کا شکر ادا کرنا ہے۔ تو ہمیں حق جلّ مجدہ نے عبادت کے لیے پیدا فرمایا۔

عبادات کی اقسام:

عبادات دو قسم کی ہیں۔ بعض عبادات وہ ہے کہ جن کا وقت مقرر اور معین ہے اور بعض عبادات وہ ہے کہ جن کا وقت مقرر اور معین نہیں ہے۔ تو جن عبادات کا وقت متعین ہے عموماً ہم انہیں کہتے ہیں کہ یہ عبادات ”موقت“ ہیں اور جن کا وقت متعین نہ ہو عموماً ہم انہیں کہتے ہیں کہ یہ عبادات ”غیر موقت“ ہیں۔ جن عبادات کا وقت متعین ہے مثلاً دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں اور ہر نماز اپنے وقت پر ہے۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا یہ اعلان ہے:

کہ نماز مومنین پر وقت مقررہ وقت پر فرض کی گئی ہے۔

جمع بین الصلاتین کی صورت:

اس لیے ایک مسئلہ بھی یاد رکھیے۔ ہمارے ہاں آج بیماری چلی ہے کہ ہم دین کو آسان سمجھتے ہیں اور آسانی کا تعین اپنی مرضی سے کرتے ہیں۔ دین آسان تو ہے لیکن اتنا ہی آسان رکھیں جتنا اللہ نے آسان بنایا ہے۔ اگر آسان کا معنی کہ ”اس میں کوئی تکلیف نہیں“ تو پھر دین دین رہتا ہی نہیں۔ ابتلاء اور امتحان ختم ہو جاتا ہے۔ خیر بیماری کیا ہے؟ آج بہت سارے احباب وہ ہیں جو دو نمازوں کو ایک وقت میں ادا کرتے ہیں، جسے ہم کہتے ہیں ”جمع بین الصلاتین“۔ دو نمازیں ایک ہی وقت میں مثلاً ظہر اور عصر ایک وقت میں، مغرب اور عشاء ایک وقت میں اور بڑے آرام سے دلیل پیش کر لیتے ہیں کہ ”جی! حدیث مبارک میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نمازیں جمع فرمائیں۔ (سنن الترمذی: رقم 187)

جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع فرمائیں تو ہم جمع کیوں نہیں کر سکتے؟“ حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ۔ اللہ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس حدیث مبارک کا اتنا پیارا مطلب بیان فرماتے ہیں کہ قرآن کی آیت اپنی جگہ پر رہتی ہے اور حدیث مبارک اپنی جگہ پر رہتی ہے، نہ آیت کا مفہوم بدلنا پڑتا ہے اور نہ حدیث مبارک آیت کے خلاف نظر آتی ہے، حضرت امام صاحب ایسا مفہوم بیان فرماتے ہیں۔ اب دیکھو امام صاحب نے کتنا بہترین مسئلہ سمجھایا ہے۔

فرمایا کہ جب قرآن مجید کہہ رہا ہے کہ نماز کا وقت متعین ہے۔ پانچ نمازیں ہیں، ہر نماز کا اپنا اپنا وقت متعین ہے، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قرآن حکم دے اور حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک عمل اس آیت کے خلاف ہو؟ اللہ کی منشاء کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ تو پھر اس کا مطلب کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نمازیں جمع فرمائیں ہیں؟ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی سفر کرے اور سفر چونکہ لمبا ہے اور وقت کم ہے تو سفر کا بھی خیال کرے اور نمازیں بھی وقت پر پڑھے، اس کی صورت یہ ہوئی کہ ظہر کی نماز کو مؤخر کر کے آخری وقت میں پڑھا اور عصر کی نماز کو اول وقت میں پڑھا۔ تو دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ ظہر اور عصر کی نمازیں جمع ہو رہی ہیں حالانکہ ظاہراً جمع ہیں، حقیقتاً اپنے اپنے وقت میں ہیں۔

مثلاً ہمارے ہاں آج کل مغرب کی نماز کا وقت شروع ہوتا ہے 05:15 بجے اور ختم ہوتا ہے تقریباً 06:32 یا 06:34 پر۔ اب اگر کوئی آدمی سفر میں ہے، نماز مؤخر کرتا جائے اور جا کر تقریباً 6:25 پر مغرب پڑھ لے اور وہاں پر تھوڑی دیر بیٹھ جائے، تسبیحات فاطمہ مکمل کرے، قہوہ پی لے، چائے پی لے یا ہلکی سی ریفریشمنٹ کر لے اور اس کے بعد نماز مغرب کے دس منٹ بعد 6:35 پر عشاء پڑھ کے چلا جائے۔ تو لوگ سمجھیں گے کہ مغرب اور عشاء کو جمع کیا ہے حالانکہ جمع نہیں کیا، مغرب اپنے وقت میں پڑھی ہے اور عشاء اپنے وقت میں پڑھی ہے۔ اسے علماء کے زبان میں کہتے ہیں ”جمع صوری“۔ ایک ہوتی ہے ”جمع حقیقی“، جمع حقیقی کا معنی مغرب اور عشاء دونوں مغرب کے وقت میں یا مغرب اور عشاء دونوں عشاء کے وقت میں پڑھی جائے اور جمع صوری کا معنی مغرب کو مغرب کے وقت میں اور عشاء کو عشاء کے وقت میں پڑھے، صورتاً محسوس ہو رہا ہے کہ دونوں اکٹھی ہیں حالانکہ دونوں کو اکٹھا کر کے پڑھا نہیں ہے بلکہ الگ الگ پڑھا ہے۔

اقتداءِ صوری:

ایک مسئلہ اور بھی یاد رکھ لیں۔ ہمارے ہاں بہت سارے احباب جو تبلیغی جماعت میں تشریف لاتے تو وہ ہم سے مسئلہ پوچھتے ہیں کہ جی! فلاں مسجد اہل بدعت کی ہے، ہم ان کے پیچھے نماز پڑھیں؟ نماز ہو جاتی ہے؟ ہم کہتے ہیں: نماز نہیں ہوتی۔ اب ان کی اگلی الجھن کیا ہے؟ اگر ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں تو وہ ہمیں اپنی مسجد میں جماعت کا کام نہیں کرنے دیں گے اور اگر نماز پڑھیں تو آپ کہتے ہیں کہ نماز ہوتی نہیں، اب بتاؤ ہم کیا کریں؟ ہم ان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ آپ حضرات الجھن کا شکار نہ ہوں، الجھن کا حل فقہاء اور علماء ہیں۔ الجھن پیش آئے تو علماء سے پوچھیں آپ کی الجھن دور ہو جائے گی۔ اس کا حل بہت آسان ہے۔ اقتداءِ حقیقی نہ کرے اقتداءِ صوری کرے۔ اقتداءِ حقیقی اور اقتداءِ صوری میں کیا فرق ہے؟ اقتداءِ حقیقی اسے کہتے ہیں کہ اپنے مسلک اور صحیح العقیدہ امام کے پیچھے نماز پڑھے اور اسی کے پیچھے اقتداء کی نیت کرے کہ میں اس کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ نماز پڑھ رہا ہوں۔ یہ اقتداءِ حقیقی ہے جیسا کہ ہم پڑھتے ہیں اور اقتداءِ صوری یہ ہے کہ امام بدعتی ہو اور وہ اپنی نماز پڑھے اور آپ اپنی نماز پڑھیں۔ وہ اللہ اکبر کہے اور آپ بھی اللہ اکبر کہیں اور اپنی نماز شروع کریں۔ ثناء بھی پڑھیں، اعوذ باللہ بسم اللہ بھی پڑھیں، فاتحہ بھی پڑھیں، اس کے بعد آمین بھی کہیں، سورت بھی پڑھیں۔ وہ رکوع میں جائے تو آپ بھی رکوع میں چلے جائیں۔ وہ کھڑا ہو تو آپ بھی کھڑے ہوتے جائیں۔ اسے کہتے ”اقتداءِ صوری“ کہ صورتہً تو اس امام کی اقتداء ہے حقیقتہً اس کی اقتداء نہیں ہے۔ اب آپ کی دعوت کا کام بھی ہو جائے گا اور آپ کی نماز بھی ٹھیک ہو جائے گی۔ تو جب ایک حل موجود ہے تو پھر اپنی نماز کیوں خراب کرتے ہو۔

نماز کا ثواب مل جائے تو غنیمت ہے:

ایک شخص مجھے کہنے لگا: جی! آپ نے جو مسئلہ بتایا ہے چلیں اس سے ہماری نماز تو ہو جائے گی لیکن یہ بتائیے کی ہماری جماعت کا کیا ہو گا؟ میں نے کہا: دیکھو! جماعت تب ہو جب نماز ہو، جب نماز ہی نہیں ہوئی تو پھر جماعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک صورت یہ ہے کہ آپ اس کے پیچھے نماز پڑھیں تو آپ کی نماز ہی نہ ہو۔ دوسری صورت کیا ہے کہ آپ اس کے پیچھے ظاہر اکھڑے ہو نماز اپنی پڑھیں۔ اب اس سے جماعت کی نماز تو نہیں ہوگی لیکن نماز کا ثواب تو مل جائے گا۔ تو نمازوں کا ثواب ہی نہ ملے یہ بہتر ہے یا نماز کا ثواب مل جائے اور عذر کی وجہ سے جماعت رہ جائے یہ بہتر ہے؟

اب تو بلائیں ہیں:

میں علمی لطیفے کے طور پر عرض کرتا ہوں۔ ہمارے فقہاء کرام ایک بات کہتے ہیں کہ ”اھون البلیئتین“ کو اختیار کرنا چاہے، یعنی جب انسان پر دو مصیبتیں ہوں تو دونوں میں سے جو ہلکی ہو اس کو لے لے اور جو زیادہ بوجھ والی ہو اس کو چھوڑ دے۔ اسے ”اھون البلیئتین“ کہتے ہیں۔

میں نے کہا: میں بطور علمی لطیفہ کے عرض کرتا ہوں کہ اب ”اھون البلیئتین“ کا مسئلہ نہیں بلکہ ”اھون البلایا“ کا مسئلہ ہے، اب ”بلیئتین“ ہے، اب بلائیں ہیں۔ اب بڑی بلا میں سے کسی چھوٹی بلا پر گزارا کریں۔ تو اُس دور میں ”بلیئتین“ ہوتی تھیں، اب بلایا ہوتی ہیں تو جب بلائیں آئیں تو پھر آدمی بڑی بلا سے بچے اور چھوٹی بلا پر گزارا کرے۔ اللہ ہمیں یہ باتیں سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

عبادات موقت و غیر موقت:

میں بات صرف یہ سمجھا رہا تھا کہ عبادات میں بعض عبادات موقت ہیں، ان کا وقت متعین ہے مثلاً رمضان کے روزے ہیں ان کا وقت متعین ہے، حج کے ایام میں حج کی عبادات کا وقت متعین ہے، ہمارے ذمے اگر قربانی ہے تو اس کا وقت بھی متعین ہے۔ ایک عبادات وہ ہیں جو موقت ہیں اور بعض عبادات وہ ہیں کہ جن کا وقت متعین نہیں ہے۔ تو جن عبادات کا وقت متعین ہو ہم اپنی مرضی سے ان اوقات کو آگے اور پیچھے کریں تو یہ مناسب نہیں اور جن عبادات کو شریعت نے وقت مقرر پر متعین نہیں کیا ہم ان کو اپنی طرف سے متعین کریں تو یہ ہمارے لیے مناسب نہیں ہے۔ ہم شریعت کے پابند ہیں، ہم اس میں رد و بدل نہیں کر سکتے۔ تو بعض عبادات موقت ہیں اور بعض عبادات غیر موقت ہیں۔ اس میں ایک اصول اور یاد رکھیں۔

دعا میں ہاتھ اٹھانے کے لیے ایک ضابطہ:

آپ کو پتہ ہے ہمارے ہاں خانقاہی مجلس ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ ہم علمی مسائل بیان کرنا بہت ضروری سمجھتے ہیں۔ ہم ایسے ذکر کے قائل نہیں ہیں جو علم سے خالی ہو اور ایسے علم کے بھی قائل نہیں جو ذکر سے خالی ہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ علم اور ذکر ساتھ ساتھ چلنے چاہئیں۔ محض علم ہو تو پھر بھی نقصان ہے کہ خشکی آجاتی ہے اور محض ذکر ہو علم نہ تو پھر آدمی اتنا تر ہوتا ہے کہ ضرورت سے بھی زیادہ تر ہو جاتا ہے، پھر اتنا گیلا ہوتا ہے کہ اس میں ٹھنڈ لگتی ہے آدمی برباد ہو جاتا ہے۔ تو علم بھی ہو اور ذکر بھی ہو۔ میں ایک مسئلہ عرض کرنے لگا تھا۔ آپ کو معلوم ہے میں اکثر ضابطے پیش کرتا ہوں تاکہ آپ کو بہت ساری باتیں سمجھنی آسان ہوں۔ ہمارے ہاں بہت سارے مسائل چلتے ہیں کہ کبھی کھانا کھاتے ہیں تو لوگ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں، کبھی

اذان ہوتی ہے تو اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں، کبھی فرض نماز ہوتی ہے تو لوگ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہوتے ہیں، ایسا ہی ہو رہا ہے نا؟ [جی ہاں۔ سامعین] بعض لوگ فرض نماز کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کو تیار نہیں اور بعض اذان کے بعد بھی ہاتھ اٹھانے پر مُصر ہیں۔ بعضوں کو کہیں: جی! برکت کے لیے دعا کریں اگر ہاتھ اٹھاؤ تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں اور بعض کو ایک چائے کی پیالی پلا دو تو اس کے بعد بھی ہاتھ اٹھانا ضروری سمجھتے ہیں۔ کس موقع پر ہاتھ اٹھانا چاہیے اور کس موقع پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے۔ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الہند حضرت مولانا حسن محمود دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز شاگرد ہیں۔ تعلیم الاسلام انہی کی کتاب ہے۔ حضرت نے ایک بہت پیارا ضابطہ بیان فرمایا ہے۔ عموماً دعاؤں میں ضابطہ یہ ہے کہ جہاں دعائیں الفاظ متعین ہوں وہاں ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے، جہاں الفاظ متعین نہ ہوں وہاں ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں۔ کتنا پیارا ضابطہ ہے۔ اب دیکھیں آپ ہزار کتابیں مطالعہ کریں تو شاید اس ایک ضابطے پر نہیں پہنچیں گے اور علما کی مجلس میں ایک منٹ میں کتنا بڑا ضابطہ ملتا ہے۔ جہاں الفاظ متعین ہیں وہاں عموماً ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں ہے اور جہاں پر الفاظ متعین نہیں وہاں پر عموماً ہاتھ اٹھانا ثابت ہے۔ قواعد کلی نہیں ہوتے قواعد اکثری ہوتے ہیں۔ اب ذرا دیکھیں جب کھانا کھائیں تو کھانے کے بعد دعا کے الفاظ کیا ہیں: (الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ)، اب ہاتھ نہیں اٹھاتے اور بیت الخلاء جانے کے الفاظ کیا ہیں: (اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخُبَائِثِ)، اب ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے، سونے لگیں تو دعا کے الفاظ: (اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأُحْيَى)، اب ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اذان کے بعد کی دعا کے کلمات کیا ہیں: (اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ

الَّتَامَّةَ وَالصَّلَاةَ الْقَائِمَةَ) الفاظ متعین ہیں اب ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ فرض نماز کے بعد دعا کے الفاظ متعین ہیں کہ یہ دعا مانگے اور یہ نہ مانگے؟ [نہیں۔ سامعین] ہاں بعض الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول بھی ہیں لیکن متعین تو نہیں ہیں۔ اب آپ چاہیں تو ہاتھ اٹھالیں۔ قبرستان میں جائیں تو دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کے الفاظ متعین ہیں؟ [نہیں۔ سامعین] الفاظ متعین نہیں ہیں، اٹھالیے تو ٹھیک نہ اٹھائے تو ٹھیک۔ فرق کیا ہے؟ اگر ایسی جگہ ہاتھ اٹھانے سے خدشہ ہو کہ لوگ سمجھیں گے اہل بدعت کے ساتھ تشبیہ ہے پھر نہ اٹھائیں اور جب ایسی جگہ ہو جہاں تشبہ کا خدشہ نہ ہو تو وہاں ہاتھ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں۔

خیر اصل بات اور سمجھانا چاہتا ہوں یہ تو میری عادت ہے کہ میں درمیان میں ایسے مضامین لاتا ہوں کہ ہمارا علمی ذوق بنے اور مسائل کا ہمیں پتہ ہو اور سنت اور بدعت کا امتیاز ضوابط اور قوانین کے ساتھ ہو جائے اور بات سمجھنے میں آسانی ہو۔

دو عظیم عبادتیں:

عبادات کی دو قسمیں ہیں۔ بعض عبادات وہ ہیں جن کا وقت متعین ہے اور بعض عبادات وہ ہیں کہ جن کا وقت متعین نہیں، جن عبادات کا وقت متعین نہیں ہے یعنی ہمہ وقتی عبادات، ان میں تمام عبادات کا خلاصہ دو عبادتیں ہیں:

1: شکر

2: صبر

یہ وہ عبادات ہیں کہ جن کا کوئی وقت بھی متعین نہیں ہے اور یہ ہمہ وقتی عبادات ہیں۔ کیونکہ چوبیس گھنٹے میں جو لمحہ بھی انسان پر گزرتا ہے وہ یا تو انسان کے مزاج کے موافق ہوتا ہے یا انسان کے مزاج کے مخالفت ہوتا ہے۔ اگر مزاج کے

موافق ہے تو اس پر شکر کرے اور اگر مزاج کے مخالف ہے تو اس پر صبر کرے۔ یہ ایسی عبادت ہے کہ اگر انسان اس پر عمل کر لے تو اللہ کی قسم انسان کی پریشانیاں، انسان کی الجھنیں لحوں میں ختم ہو جاتی ہیں۔ اگر انسان اس کا تصور کرے کہ اس عمل پر مجھے کیا ملتا ہے تو پریشانیاں خوشیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

ہر لمحہ عبادت کیسے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ سنئے! اللہ کے نبی نے کتنی پیاری بات فرمائی ہے۔ صحیح مسلم میں روایت موجود ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَجِبَا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءٌ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَاءٌ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 2999)

کہ واہ واہ عجیب مسلمان ہے۔ (عجبا کا لفظ جیسے ہمارے ہاں خوشخبری ہوتی ہے یعنی مسلمان کے کتنے مزے ہیں) مسلمان کی ہر حالت مسلمان کے لیے بہتر ہے اور یہ نعمت مسلمان کے علاوہ کسی کو نہیں ملتی۔ (وہ نعمت کیا ہے؟ مسلمان کی دو ہی حالتیں ہیں) اچھی چیز مل گئی اس نے شکر کیا تو اس کے لیے بہتر ہے اگر اس کو کوئی چیز مل گئی جو نقصان دہ ہے اور اس نے اس پر صبر کیا تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔

تو مسلمان کی ہر حالت مسلمان کے لیے بہتر ہی بہتر ہے۔ اگر اللہ پاک کوئی پسندیدہ چیز دے دے تو شکر کرے اور اگر نہ دے تو پھر صبر کرے۔ مسلمان کے کتنے مزے ہیں۔ کوئی بندہ سوچ سکتا ہے؟! چوبیس گھنٹے مسلمان کی عبادت میں گزرتے ہیں۔ ہر وقت ہر بندے کوئی نہ کوئی حاجت پیش آتی ہی رہتی ہے۔ اس لیے دعا کریں اللہ پاک ہمیں شکر کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ پاک صبر کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔

اور یہ بات یاد رکھیں حالتیں دونوں قسم کی ہیں، ہمیں حالت کون سی پسند ہے اور فائدہ کس حالت میں زیادہ ہے؟ میں نے یہ دو باتیں سمجھانی تھیں۔ انسان کا مزاج یہ ہے کہ انسان چاہتا ہے کہ مجھے میری پسند کی چیزیں ملیں، میرے مزاج کی چیزیں ملیں۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ انسان کو اس کی پسند کی چیزیں ملیں اور انسان اس پر شکر کرے ایسا کم ہوتا ہے اور انسان کو تکالیف ملیں اور انسان اس پر صبر کرے ایسا عموماً زیادہ ہوتا ہے۔

حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے آخری خلیفہ جو دنیا سے گئے ہیں وہ حضرت مولانا ابرار الحق ہر دوئی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو ہمارے دادا پیر بھی ہیں، کیونکہ ہمارے پیر عارف باللہ حضرت اقدس شاہ حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ان کے شیخ ہیں حضرت شاہ ابرار الحق ہر دوئی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شیخ ہیں حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔ مولانا ابرار الحق رحمۃ اللہ علیہ ہمارے دادا پیر بنتے ہیں اور آپ کے [یعنی سامعین مریدین کے] پر دادا پیر بنتے ہیں۔ تو بہت درمیان میں زیادہ واسطے نہیں ہیں، ہمارا بہت قریب کا تعلق ہے۔ حضرت ہر دوئی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر قرآن کریم کو دیکھیں اور اپنے معاشرے کو دیکھیں تو لگتا یہ ہے کہ مسلمان کے لیے صبر والی کیفیت بہتر ثابت ہوتی ہے شکر والی کیفیت سے، کیوں؟ اس کو نعمتیں ملیں تو یہ ظالم گناہوں پر خرچ کر دیتا ہے اور اگر خدا نعمتیں روک دے تو اللہ سے مانگتا ہے، صبر بھی کرتا ہے، گڑھتا بھی ہے۔ ہم نہیں کہتے کہ ہم صبر والی کیفیت میں لگے رہیں لیکن عموماً ایسا ہوتا ہے کہ شکر کرنے والے کم ہوتے ہیں اور صبر کرنے والے زیادہ۔ کیوں؟ شکر کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ انسان صرف زبان سے یہ کہتا رہے: ”اللہ تیرا شکر ہے، اللہ تیرا شکر ہے“ اس

کانام شکر نہیں ہے۔ شکر کی حقیقت علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں لکھی ہے کہ شکر کی حقیقت یہ ہوتی ہے:

الاعتراف بنعمة المنعم مع تعظيمه وتوطين النفس على هذه الطريقة

(التفسیر الکبیر: ج 19 ص 67)

کہ انسان انعام کرنے والے کی نعمت کا اعتراف اس کی عظمت کے ساتھ کرے اور اپنی ذات کو اس طریقہ پر ہمیشہ کار بند رکھے۔

عظمت کے ساتھ اعتراف کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آدمی اس کی نافرمانی بھی کرے اور گناہ بھی کرے۔ اسے عظمت نہیں کہتے۔ تعظیم کا معنی یہ ہے کہ جس کام کے لیے خدا نے ہاتھ دیا ہے اس پر لگائے، جس کام کے لیے خدا نے آنکھ دی ہے اس پر لگائے۔ ہم کیا کہتے ہیں اللہ تیرا شکر ہے تو نے آنکھ دی ہے لیکن دیکھتے نامحرم عورتیں ہیں، اللہ تیرا شکر ہے تو نے کان دیے ہیں لیکن سنتے اس سے گانے ہیں، اللہ تیرا شکر ہے تو نے زبان دی ہے لیکن کرتے اس سے غیبت ہیں، اللہ تیرا شکر ہے تو نے صحت دی ہے لیکن کرتے اس سے گناہ ہیں۔ یہ شکر نہیں ہے یہ ناشکری ہے، یہ شکر کے ساتھ مذاق ہے۔ قرآن کریم کا فیصلہ ہے:

وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّاكِرُونَ (سورۃ ساء: 13)

اللہ فرماتے ہیں شکر کرنے والے بندے بہت کم ہوتے ہیں۔

ہمارے ہاں شکر کا مفہوم الگ ہے اور قرآن کریم اور ہمارے اسلاف کے ہاں شکر کا مفہوم بالکل الگ ہے۔ شکر کا معنی یہ ہے کہ انسان کو اللہ پاک نے اعضاء دیے تو اس سے گناہ نہ کرے، اللہ نے دولت دی تو اس کو نیک کام پر لگائے، اللہ نے افراد کا جتھہ دیا ہے اس کو نیک کام پر لگائے، اللہ نے جتنی نعمتیں دی ہیں اگر ان کو نیک

کاموں پر لگا دیں تو یہ ہے شکر اور اگر ان کو گناہوں پر لگا دیں تو یہ شکر نہیں ہے، یہ ناشکری ہے۔ اللہ رب العزت کا عجیب فیصلہ ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ

(سورۃ ابراہیم: 7)

اگر اللہ کی نعمتوں پر شکر کرو اللہ نعمتیں بڑھادیتے ہیں اور اگر انسان ناشکری کرے تو اللہ ان نعمتوں کو چھین لیتے ہیں۔

دعا یہ کریں اللہ ہمیں شکر کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

اللہ سے عافیت مانگیں:

عموماً آدمی جب اللہ سے مانگے تو پھر کونسی دعا مانگے؟ حدیث مبارک میں ہے کہ ام المؤمنین امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یا رسول اللہ! میں اگر لیلۃ القدر کی رات پالوں، مجھے پتہ چل جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے۔ تو میں کونسی دعا مانگوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! تم یہ دعا مانگا کرو:

اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي۔

(جامع الترمذی: رقم الحدیث 3513)

اے اللہ! آپ عفو ہیں، آپ عافیت کو پسند کرتے ہیں، میرے مولیٰ میرے ساتھ عافیت والا معاملہ فرما۔

حدیث مبارک میں ہے ایک صحابی رضی اللہ عنہ دعا مانگا رہے ہیں:

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا۔

اللہ تو مجھے صبر کی توفیق عطاء فرما۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو اللہ سے دکھ مانگتا ہے؟ اس نے کہا: حضور! نہیں۔ فرمایا: تو صبر مانگتا ہے، ”صبر“ کا معنی

ہے کہ اے اللہ! پہلے مجھے تکلیف دے اور پھر میں تکلیف پر صبر کروں گا۔ تو صبر کی آڑ میں تو خدا سے تکلیف مانگ رہا ہے۔

ہم کمزور ہیں ہمیں اللہ سے مشکلات نہیں مانگنی چاہئیں۔ ہمیں اللہ سے نعمتیں مانگنی چاہیے۔ اللہ پاک سے عافیت والا معاملہ مانگنا چاہیے۔ صبر اور شکر ایسی دو عبادتیں ہیں جو ہمہ وقتی اور کل وقتی ہیں، ان کا کوئی وقت متعین نہیں ہے۔ اللہ مجھے اور آپ کو نعمتیں عطاء فرمائے اور ان پر شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر کوئی نعمت تھوڑی سی کم ہو جائے تو اس پھر اللہ صبر کی توفیق عطاء فرمائے۔

انسانی مزاج:

قرآن کریم میں اللہ پاک نے انسانی مزاج بیان فرمایا ہے:

﴿فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ﴾

(سورۃ الفجر: 15)

انسان کا مزاج یہ ہے کہ جب اللہ اس کو نعمتیں دیتے ہیں تو یہ کہتا ہے: واہ واہ مزہ آگیا۔ اللہ نے مجھے بہت سے انعام دیے ہیں، اللہ نے اولاد دی ہے، بہت کچھ خدا نے دیا ہے۔ آگے اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ﴾

(سورۃ الفجر: 16)

جب اللہ اس کو امتحان میں ڈالے، رزق میں کچھ تنگی دے دے تو یہ کہتا ہے: خدا نے مجھ کو ذلیل کر کر رکھ دیا ہے۔

اللہ ابتلاء دیتے ہیں کبھی رزق دے کے، کبھی ابتلاء ہوتا ہے رزق لے کے۔ انسانی مزاج کیا ہے؟ اگر تھوڑی سی رزق میں وسعت آگئی تو خوشیاں مناتا ہے، تھوڑی

سی رزق میں تنگی آگئی تو پھر اللہ پہ الزام لگاتا ہے حالانکہ انسان کو ہر حال میں اللہ پہ راضی رہنا چاہیے۔

یہ بھی رحمت خداوندی ہے:

میں ابھی جب امارات کے سفر پہ تھا تو ایک ایسے ساتھی سے ملاقات ہوئی جو کچھ بدل گیا تھا، غیر مقلدیت کی طرف چلا گیا تھا۔ ہمارے احباب جو جماعت سے وابستہ تھے ابو ظہبی میں تو انہوں نے کیا کہ اس سے تھوڑی سی بات کرنی ہے۔ خیر ہم چلے گئے اس نے کچھ شبہات پیش کئے۔ ان میں ایک سوال ایسا کیا جس سے میں سمجھتا ہوں کہ وہ غیر مقلدیت سے بھی تھوڑا سا آگے بڑھ گیا تھا، پہلی سیڑھی سے اب وہ دوسری سیڑھی پر چڑھنے والا تھا۔ اس نے کہا: ”مولانا صاحب! یہ بتائیں ہم ایک چیز اللہ سے مانگتے ہیں، مانگتے بھی خلوص دل سے ہیں، اللہ اس کو دینے پر قادر بھی ہے پھر بھی اللہ نہیں دیتے، تو یہ زیادتی ہے کہ نہیں؟ ہم اللہ سے چیز مانگتے ہیں اور خلوص سے مانگتے ہیں اور رورو کے مانگتے ہیں، اللہ دینے پر قادر بھی ہے، اللہ دے تو کوئی نقصان بھی نہیں ہے، ہماری ضرورت بھی ہے تو پھر بھی ہمیں اللہ نہیں دے رہے ہیں تو دیکھو یہ تو زیادتی ہے نا۔ پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب ضرورت پوری ہو جاتی ہے اور ہم مانگنا چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ وہ چیز دے دیتے ہیں، جب ضرورت تھی تو نہیں دیا اور جب ضرورت نہیں ہے تو اب دے دیا۔ یہ عجیب بات ہے۔“ میں نے کہا: آپ کو زیادتی اس لیے نظر آرہی ہے آپ نے اللہ کو انسانوں کی طرح سمجھا ہے۔ میں نے کہا: یہ بتائیں کہ اگر آپ کا بیٹا ہو اور اس کے جسم پہ پھوٹے نکلے ہوں خون کے فساد اور خرابی کی وجہ سے اور وہ آپ سے کہے کہ ”ابو! مجھے دوسرے گلے دو، میں نے کھانے ہیں۔“ بتائیں آپ کھلائیں گے؟ کہتا ہے: نہیں۔ میں نے کہا: آپ کھلا نہیں سکتے؟ کہتا ہے: کھلا سکتے ہیں۔ میں نے

کہا: بچے کو ضرورت بھی ہے، مانگ بھی رہا ہے تو کھلا دونا۔ اس نے کہا: نہیں۔ میں نے کہا: کیوں نہیں کھلاتے؟ کہتا ہے: اس لیے کہ اس بچے کو نہیں پتا بلکہ مجھے پتا ہے کہ اس کو جب میں رس گلے اور مٹھائیاں کھلاؤں گا تو اس کا خون مزید خراب ہو گا اور پھوڑے مزید بگڑیں گے، اس کو نہیں پتا مجھے پتا ہے۔ میں نے کہا: جس طرح اسے نہیں پتا آپ کو پتا ہے اس طرح آپ کو نہیں پتا اللہ کو پتا ہوتا ہے کہ اس بندے کے اندر کون سا پھوڑا ہے اور اس کی منہ مانگی نعت دی تو اس کا بڑا نقصان ہو گا۔ میں نے کہا: اللہ کو پتا ہے آپ کو نہیں پتا، اللہ کو پتا ہوتا ہے کہ اس کے اندر کون سی بیماری ہے اور میں نے یہ چیز دی تو اس کا نقصان کیا ہونا ہے۔ میں نے کہا: جب اسی بچے کے پھوڑے ٹھیک ہو جاتے ہیں تو ڈاکٹر اس کا خون چیک کر کے کہتا ہے کہ ”اب یہ ٹھیک ہے“، تو وہ نہ مانگے پھر بھی آپ کہتے ہو: بیٹا! آپ کے لیے مٹھائی لایا ہوں۔ وہ کہتا ہے: ابو! پرسوں مانگی تھی تو آپ نے نہیں دی تھی، آج خود لے کر آئے ہیں، آپ کیسے باپ ہیں؟! تو آپ اسے کیا کہیں گے؟ اس نے کہا کہ میں یہی کہوں گا کہ بیٹا! پہلے تو بیمار تھا اب تو ٹھیک ہے اس لیے کھلاتا ہوں۔

میں نے کہا: ”بالکل اسی طرح جب آپ اللہ سے مانگتے ہیں اور اللہ رب العزت اپنی حکمت اور علم کی وجہ سے اس وقت عطا نہیں فرماتے تو اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ یہ چیز اس بندے کے لیے نقصان دہ ہوتی ہے، بندے کے اندر جو بیماری ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اس کے بڑھنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لیے اللہ وہ چیز عطا نہیں فرماتے ہیں اور جب وہ بیماری ختم ہو جاتی ہے تو اللہ وہ چیز عطا فرماتے ہیں۔“

میں نے کہا: ”جب آپ سمجھتے ہیں کہ اس چیز کی ضرورت نہیں لیکن اللہ دے دیتے ہیں تو اس وقت اللہ بھی یہی معاملہ فرماتے ہیں کہ جب یہ چیز تیرے نقصان

میں تھی میں نے نہیں دی، اب تیرا فائدہ ہے اس لیے میں دے رہا ہوں۔ تو جتنا اعتماد بیٹا اپنے باپ پر کرتا ہے اتنا ہی خدا پر اعتماد کیا ہوتا تو کبھی الجھن نہ ہوتی۔“ اس طرح کے دوچار اس نے اور سوال بھی کیے۔ اللہ گواہ ہے ان جوابات سے اس کی تشفی ہوئی۔
الحمد للہ۔

اس نے کہا جی! میں ایک عرصے سے بہت سارے سوال کرنا چاہ رہا تھا۔ میں نے کہا: بھئی! مسئلہ یہ ہے کہ آپ ان سے سوال نہیں کرتے جنہوں نے جواب دینے ہوتے ہیں، آپ ان سے سوال کرتے ہیں جنہوں نے جواب نہیں دینے ہوتے۔ ان کا کام اور ہوتا ہے اور ہمارا کام اور ہوتا ہے۔

رضا بالقضاء کے فوائد:

میں سمجھا یہ رہا تھا کہ ہمیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی ہونا چاہیے۔ نابالغ چھوٹا سا بچہ ہے، فوت ہو گیا، ماں بھی رو رہی ہے، باپ بھی رو رہا ہے، کوئی صبر کر رہا ہے اور کوئی بے صبر ہے اور بعض اس پر روتے ہیں کہ بیس سال بعد خدا نے بیٹا دیا ہے اور دودن بعد خدا نے واپس لے لیا ہے۔ اب بظاہر بندہ سمجھتا ہے کہ اللہ نے میرے ساتھ معاملہ اچھا نہیں کیا لیکن اگر اس کی حقیقت پہ غور کر لیا ہوتا تو اللہ کی قسم ہم تصور نہیں کر سکتے کہ اللہ نے بیٹا دیا اور نابالغ واپس لے کر خدا نے کتنا کرم کیا ہے، ہمیں اندازہ نہیں ہے۔ جو ہمیں سمجھ آتا ہے ہم وہ تو بتا سکتے ہیں اور جو سمجھ نہیں آتا وہ ہم کیسے سمجھائیں؟! جتنا ہمارے علم میں ہے اور اکابر نے لکھا ہے وہ تو ہم بتا سکتے ہیں اس سے بڑھ کر کیسے بات کریں!! میں اس پر صرف ایک دو باتیں عرض کرتا ہوں کہ دیکھیں اس میں فوائد کتنے ہیں کہ بندہ سوچ ہی نہیں سکتا۔ فائدہ کتنا ہے میں زیادہ تو نہیں البتہ ان میں سے صرف ایک دو عرض کروں گا۔

پہلا فائدہ: جنت کا سفارشی:

ہر بندے کی خواہش ہوتی ہے کہ میں جب دنیا سے جاؤں تو مجھے اللہ جنت عطاء فرمائیں، ہر کسی کی خواہش ہوتی ہے اور ہر کوئی سمجھتا ہے کہ میرے اعمال اس قابل نہیں ہیں کہ میں جنت میں جاؤں، ہم جنت کی امید بھی رکھتے ہیں اور ایسے اعمال بھی نہیں ہیں کہ ہمیں توقع ہو کہ ہم جنت میں جائیں گے، بس اللہ کے کرم کی امید ہوتی ہے اپنے اعمال پر بھروسہ نہیں ہوتا اور یہ بچہ جو خدا نے بیس سال کے بعد دیا ہے اور دو دن بعد واپس لے لیا ہے تو اس کی سفارش کی گارنٹی خود اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر نابالغ اولاد؛ بیٹا یا بیٹی فوت ہو تو اپنے والدین کی سفارش کرے گا، اللہ ان کی سفارش قبول فرمائیں گے کہ ماں اور باپ دونوں کو جنت میں لے کر جائے گا۔

(جامع الترمذی: رقم 1062)

دیکھیں یہ کتنی بڑی سفارش ہے آپ کی جو اللہ نے اپنے پاس محفوظ کر دی ہے۔ یہ سفارش ہے کہ نہیں؟ [سفارش ہے۔ سامعین]

ہمارے ہاں بہت سے لوگ ہوتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم نے انشورنس کرائی ہے، گاڑی کی کرائی ہے، اپنے جسم کی کرائی ہے وغیرہ وغیرہ۔ میں حلال حرام کی بحث نہیں کر رہا۔ میں اس پر بات کر رہا ہوں کہ جب ان سے پوچھیں کہ انشورنس کیوں کرائی ہے؟ تو کہتے ہیں: اس لیے کہ مشکل وقت میں کام آئے گی۔ کسی نے پیسہ خوب کمایا ہے اور کما کر بینک کو دے دیا ہے۔ پوچھیں: بھائی! پیسہ کمایا ہے تو بینک کو کیوں دیا ہے، تیرے خون پسینے کی کمائی ہے تو نہ دے نا، تو وہ کہتا ہے: مولانا صاحب! اس لیے دیا ہے کہ جب خدا نخواستہ حادثہ پیش آجائے نا تو بینک والے اتنا اتنا دیں گے۔ اس لیے

خوشی سے دے دیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ پاک نے چھوٹا سا بیٹا لیا ہے اور مستقل تیرے لیے جنت کا فیصلہ کر دیا ہے۔ [سبحان اللہ۔ سامعین]

دوسرا فائدہ: ہمیشہ کا ساتھ:

اچھا اگلی بات..... جب بیٹا چھوٹا ہو اور بھی والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک تو اس سے اتنی محبت ہوتی ہے کہ والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ یہ بیٹا ہمیشہ ہمارے سامنے رہے، بعض والدین تو یہ باتیں کہتے ہیں کہ بیٹا اسی وقت بیٹا ہوتا ہے جب چھوٹا ہو، جب بڑا ہو جائے پھر بیٹا ہے ہی نہیں، اس لیے کہ اگر لڑکا ہے تو اپنا مکان بنائے گا، اپنے کام میں لگے گا اور اگر بیٹی ہے تو اس کی شادی ہو جائے گی اور وہ اپنے خاوند کے پاس رہے گی۔ پھر تو بیٹی کسی کی ہے اور بیٹا ہے تو کسی کا ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ ماں اور باپ کے دس بچے ہیں، تو بیٹے تو اپنے کام میں لگ گئے، بیٹی اپنے خاوند کے گھر چلی گئی۔ اب ماں بھی اکیلی ہے باپ بھی اکیلا ہے، دونوں بابا جی اور بوڑھی ماں اکیلے بیٹھے ہیں، نہ پاس بیٹی ہے نہ پاس بیٹا ہے، دس تھے اور اب دس میں کوئی بھی نہیں ہے۔ اب کتنی حسرت ہے کہ ہمارے پاس تو کوئی بیٹا ہوتا۔ اگر بڑا بیٹا ہے اور مسلمان ہے اور جنت میں چلا گیا تو اس کی جنت الگ ہے اور باپ کی جنت الگ ہے اور جو نابالغ بچہ ہے یہ جنت میں لے کر جائے گا اور ہمیشہ باپ کے ساتھ رہے گا۔ اب ایمان سے بتاؤ یہ چھوٹا سا بیٹا خدا نے لے کر کرم کیا ہے یا ظلم کیا ہے؟ [کرم کیا ہے۔ سامعین] اب اگر یہ چیزیں بندے کے ذہن میں ہوں تو بندے کا حوصلہ کتنا بڑھ جاتا ہے۔

احساس:

اچھا ایک بات میں اور کہتا ہوں۔ ہمارے معاشرے کے حوالے سے کتنی عجیب چیز ہے، ہمارے ہاں سرگودھا کے مولانا ثناء اللہ صاحب ہیں، یہ جامعہ نعمانیہ

بھاگٹوالا کے استاذ ہیں، وہاں پڑھاتے ہیں، سرگودھا کے ہیں۔ ان کا چھوٹا بیٹا فوت ہو گیا غالباً دس یا بیس دن کا تھا تو میں ان کے پاس تعزیت کے لیے گیا۔ مجھے وہ کہنے لگے: مولانا! چھوٹا بیٹا فوت ہوا مجھے اس پہ ایک بات سمجھ میں آئی۔ میں نے کہا: وہ کیا؟ کہنے لگے: پہلے کسی کا چھوٹا بچہ فوت ہوتا تھا اور وہ روتا تو ہم کہتے کہ چھوٹا سا بچہ تھا، اللہ نے لے لیا، چھوٹا سا تھا اللہ نے لے لیا تو رونا کیسا؟! جب میرا دس دن کا گیا ہے تو مجھے اب پتہ چلا کہ جب چھوٹا جائے تو کتنا دکھ ہوتا ہے۔ جب تک چھوٹا نہیں گیا تھا تو مجھے اس دکھ کا احساس نہیں ہوتا تھا۔

اب میں ایک جملہ کہتا ہوں ذرا آپ سمجھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے کتنا پیار ہے اس کا کوئی تصور نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین نابالغ بیٹے تھے، خدا نے تینوں لے لئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نہیں، دو نہیں، تین بیٹے گئے ہیں۔ اب بتاؤ! جب کسی کا نابالغ جاتا ہو گا تو اس کو کتنا دکھ ہوتا ہے اس کا احساس جتنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ہمیں تو نہیں ہو سکتا۔ اللہ پاک تکویناً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے معاملات میں گزارتے ہیں کہ پیغمبر کا کلیجہ پہلے امت کی شفقت سے بھرا ہوتا ہے مزید بھر کے ابلنا شروع ہو جاتا ہے۔

شکر اور صبر یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ مسلمان کے تو ہر حال میں مزے ہی مزے ہیں، اگر اچھی نعمت ملتی ہے تو اس پر شکر کرتا ہے اور مزاج کے خلاف ہو جائے تو اس پر صبر کرتا ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 2999)

تقدیرِ خیر و تقدیرِ شر کا مطلب:

اس سے ایک چھوٹا سا مسئلہ اور سمجھ لیں۔ ہمارے ہاں ایمانیات میں سے

چھٹی چیز ہے ”ایمان بالقدر“ یعنی تقدیر۔ اور تقدیر کے بارے میں ہم دو لفظ بولتے ہیں۔

[1]: تقدیر بالخیر [2]: تقدیر بالشر

ایک اچھی تقدیر ہے اور ایک بری تقدیر ہے۔ اچھی تقدیر اور بری تقدیر کا مطلب کیا ہے؟ ذرا اس کو سمجھنا۔ ایک شخص نے کسی کو قتل کیا اس کے خلاف ایف آئی آر کئی، یہ گرفتار ہوا، عدالت میں چلا گیا، جج نے سزائے موت دے دی۔

بتاؤ! جج نے غلط کیا یا ٹھیک کیا؟ [ٹھیک کیا۔ سامعین]

قاتل کو سزا ملنی چاہیے نا؟ [ملنی چاہیے۔ سامعین]

یہ فیصلہ عدل کا ہے نا، ظلم کا تو نہیں ہے؟ [نہیں ہے۔ سامعین]

لیکن جس باپ کے بیٹے کو جج نے سزائے موت دی ہے آپ اس باپ کو جاکر مبارک باد دے سکتے ہیں کہ ”آپ کو مبارک ہو جو سزا بنتی تھی عدالت نے وہ دی ہے، آپ کو مبارک ہو۔“ فیصلہ بے شک ٹھیک ہے لیکن مبارک نہیں دیتے بلکہ افسوس کرتے ہیں۔ بھائی! جب فیصلہ ٹھیک ہے تو پھر افسوس کا مطلب کیا ہے؟ اس سے سمجھیں کہ تقدیر خیر کیا ہوتی ہے اور تقدیر شر کیا ہوتی ہے؟ یہ جو جج کا فیصلہ ہے اگرچہ قانونِ عدل کے عین مطابق ہے، یہ قاتل اسی کا مستحق تھا لیکن یہ فیصلہ وہ ہے جو مزاجِ انسانی کے خلاف ہے، اس لیے کہتے ہیں کہ جج کا یہ فیصلہ تو ٹھیک ہے لیکن ہمارے طبیعت کے موافق نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح نابالغ بچہ فوت ہوا اللہ کا فیصلہ بالکل بجا ہے لیکن ہماری طبیعت اس پر پریشان ہے۔ تو اللہ رب العزت کے وہ فیصلے جو ہمارے مزاج کے بالکل موافق ہوتے ہیں یہ بھی برحق ہیں اور وہ فیصلے جو انسانی مزاج کے مخالف ہوتے ہیں یہ بھی برحق ہیں، جو انسان کی طبیعت کے موافق ہو اس کو ”تقدیر خیر“ کہتے ہیں اور مزاج کے مخالف ہو اس کو ”تقدیر شر“ کہتے ہیں۔ ”تقدیر خیر“

ہو اس پر شکر ہے اور ”تقدیر شر“ ہو اس پر صبر ہے۔ اللہ کا ہر فیصلہ ایسا ہے کہ اس میں خیر ہی خیر ہے۔

ایک عجیب نکتہ:

سورۃ رحمن میں بعض ایسی آیات بھی ہیں کہ جن آیات میں اللہ رب العزت جہنم کی بات فرما رہے ہیں اور ساتھ فرماتے ہیں:

﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾

پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

﴿فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا

تُكَذِّبَانِ﴾

کہ جب آسمان پھٹ جائے گا اور لال چڑے کی طرح سرخ گلاب بن جائے گا۔ پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

﴿يَعْرِفُ الْمُجْرِمُونَ بِسَيِّئَاتِهِمْ ۖ فَيُوقُ خَذَّالْتَوَا صِ وَالْأَقْدَامِ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ

رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾

مجرمین کو ان کی علامتوں سے پہچانا جائے گا اور ان کو پیشانی اور پاؤں سے پکڑ جائے گا۔ پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

جن لوگوں نے قرآن پر اعتراض کیا ہے ان لوگوں نے اس آیت پر بھی اعتراض کیا ہے کہ یہ کون سی نعمت ہے کہ کہا جا رہا ہے کہ ”تم جہنمی ہو، تمہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا“ اور ساتھ کہا جا رہا ہے:

﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾

کہ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

کہتے ہیں کہ یہ بھی خدا کا کلام ہے؟ سنایا جا رہا ہے ”ڈر“ اور کہتے ہیں ”قَبَائِحِ
الْاِءِزِیْکُمَا تُکَذِّبَانِ“۔ ہمارے استاذ محترم امام اہل السنۃ شیخ التفسیر والحدیث حضرت
مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ سے اس سوال کا جواب میں نے اپنے کانوں
سے سنا ہے۔ میں اکثر احباب سے کہتا ہوں کہ چھوٹے بچوں کو علماء کی مجلس میں بٹھایا
کرو، بات سمجھ میں نہ آئے تو بھی بٹھایا کرو، ابھی تو انہیں سمجھ میں نہیں آرہی لیکن جب
بڑے ہوں گے تو پھر باتیں سمجھ آئیں گی کہ ہم فلاں شیخ کی مجلس میں تھے فلاں بات
انہوں نے فرمائی تھی، پھر بندے کو مزہ آتا ہے۔ بچپن کا زماںہ سمجھنے کا نہیں ہوتا، بچپن کا
زماںہ یاد کرنے کا ہوتا ہے اور بڑے ہو کر سمجھنے کا زماںہ ہوتا ہے۔

بڑے ہو کر سمجھ لیں:

شاید میں نے آپ کو ایک واقعہ سنایا تھا کہ میں گجرات کے علاقے میں تھا تو
وہاں حفظ کا مدرسہ ہے، میں اس مدرسہ میں گیا تو مہتمم صاحب نے فرمایا کہ ان بچوں کو
نصیحت فرمادیں، میں نے ان بچوں میں یہ مسئلہ سمجھانا شروع کیا کہ اللہ کہاں پر ہے؟
اس طرح میں نے آدھا گھنٹہ لگایا، سوال جواب سمجھائے۔ جب بیان سے فارغ ہوئے
تو دعا ہوئی، بچے چلے گئے تو مجھے مہتمم صاحب فرمانے لگے: مولانا! ان بچوں کو آپ کا
بیان سمجھ میں نہیں آیا، ایسا بیان ان چھوٹے بچوں میں کرنے کا کیا فائدہ ہے جو ان کو
سمجھ ہی نہ آئے۔ میں نے کہا: ان کو واپس بلائیں، بچے واپس آئے۔ مہتمم صاحب خوش
ہوئے کہ مولانا صاحب پر میری نصیحت نے اثر کیا ہے۔ جب بچے واپس آئے تو میں
نے ایک بچے کو کھڑا کیا، میں نے پوچھا آپ نے کتنے پارے حفظ کئے ہیں؟ اس نے آٹھ
یادس کہا، مجھے اب یاد نہیں ہیں۔ میں نے کہا کہ مثلاً آخری دس میں سے سورۃ یٰسین
پڑھو، اس نے سورۃ یٰسین کا پہلا رکوع پڑھا، میں نے کہا اس کا ترجمہ کرو۔ کہنے لگا: مجھے تو

نہیں آتا۔ میں کہا: اس کی تفسیر کرو۔ کہنے لگا: مجھے تو نہیں آتی۔ میں نے کہا: قاری صاحب جب اس بچے کو قرآن سمجھ نہیں آ رہا تو آپ کیوں پڑھاتے ہیں؟ قاری صاحب نے کہا: اب پڑھ لیں، یاد کر لیں، بڑے ہو کر سمجھ لیں گے۔ میں نے کہا: میرا بیان یاد کر لیں، بڑے ہو کر سمجھ جائیں گے۔ تو بچپن میں باتیں یاد کروادو، آدمی بڑا ہوتا ہے تو پھر باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

تذکرہ امام اہل السنۃ:

حفظ کے دور میں ہم امام اہل السنۃ کے درس میں صبح بیٹھتے تھے۔ اب وہ باتیں یاد آتی ہیں تو ظاہر ہے ایک عجیب لطف کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے اپنے کانوں سے لگھڑ منڈی میں اس سوال کا جواب سنا اور شیخ بہت بڑے تھے، لوگ سمجھتے ہیں کہ ”امام اہل السنۃ“ اسی لیے تھے کہ انہوں نے ہر موضوع پر کتاب لکھی ہے، اس لیے تھے کہ انہوں نے کئی سال بخاری شریف پڑھائی ہے یا اس لیے تھے کہ قرآن مجید کی تفسیر اتنے سال پڑھائی ہے، یہ ایک پہلو ہے، سارے پہلو ہمارے سامنے نہیں ہیں۔ میں حضرت کے پاس ڈیڑھ سال تک ٹھہرا ہوں، گھر میں میرا آنا جانا تھا۔ اللہ گواہ ہے میں بتا نہیں سکتا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کتنے بڑے انسان تھے۔ میں واقعات سارے بتاؤں گا تو بات لمبی ہو جائے گی، میں ایک دو واقعات پیش کرتا ہوں جو میں نے خود سنے ہیں یاد کیے ہیں۔

تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی:

نفر کی نماز کے لیے حضرت شیخ تشریف لائے، وضوء مسجد میں کیا اور سنتیں پڑھیں اور نماز پڑھادی۔ نماز کے بعد درس قرآن دیا تو حضرت شیخ فرمانے لگے کہ آج خلاف معمول میں نے مسجد میں وضوء کیا، سنتیں پڑھیں اور نماز پڑھادی اور درس دیا

ہے اس لیے کہ آپ کو تعجب ہو گا حالانکہ میں وضو گھر سے کر کے آتا ہوں۔ فرمانے لگے وجہ یہ ہے میں سفر پر تھا اور آج سفر سے پہنچا آیا ہوں تو سیدھا مسجد میں آیا، وضو کیا اور میں نے نماز پڑھا دی اور درس دے رہا ہوں، آج سفر کی وجہ سے میری تہجد بھی رہ گئی ہے، فلاں وظیفہ بھی رہ گیا ہے..... ورنہ میں معمولات کا اتنا پکا آدمی ہوں کہ میں دارالعلوم دیوبند میں پڑھتا تھا، ایک دن رات کو دیر تک مطالعہ کرنے کی وجہ سے صبح آنکھ نہ کھلی، جب اٹھا تو فجر کی جماعت کھڑی ہو گئی، میں نے سنت پڑھی اور فرضوں میں شامل ہوا اور ایک رکعت مجھ سے رہ گئی تو مجھے سلام پھیرنے کے بعد شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ نے بلا کر مجھے فرمایا: بیٹا سر فراز! آج تیری ایک رکعت کیوں رہ گئی ہے؟ بس اتنا فرمایا اور اس فرمانے کا اثر یہ ہے کہ 36 سال گزر گئے ہیں میں نے استاذ کی ڈانٹ کے بعد تکبیر اولیٰ بھی نہیں جانے دی۔ اب یہ حالات تو ہر کسی کو نہیں پتا نا، ہم سمجھتے ہیں کہ کتابیں بہت لکھی ہیں اسی لیے ”امام اہل السنۃ“ ہیں۔

عظیم میزبان:

میں نے اپنی زندگی میں بہت سارے مشائخ کو دیکھا ہے، اساتذہ کو بھی دیکھا ہے لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر میں نے اپنی زندگی میں اتنا اچھا میزبان نہیں دیکھا۔ آپ حیران ہوں گے کہ اس کا مطلب کیا ہے؟! میں نے حضرت شیخ کی وہ عمر دیکھی ہے جب حضرت بیمار تھے اور بعض دفعہ گھر میں کوئی مرد بھی نہیں ہوتا تھا، مثلاً اتفاقاً بیٹا باہر چلا گیا یا اس قسم کا کوئی مسئلہ ہوتا۔ خیر یہ واقعہ خود میرے ساتھ پیش آیا، میں خود حضرت کی خدمت میں گیا، دروازے پر دستک دی اندر سے حضرت کی بہو نے پوچھا: جی کون؟ میں نے بتایا: محمد الیاس سرگودھا سے۔ تو انہوں نے کہا: ٹھیک

ہے۔ اب حضرت کا جو گھر ہے اس کا ایک مین گیٹ ہے۔ آگے گیلری ہے، اس میں دائیں طرف بیٹھک کا دروازہ ہے اور آگے گھر ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ سیدھا اندر آئیں۔ جو چھوٹی سی گیلری ہے اس میں دائیں طرف دروازہ ہے اس میں چلے جائیں۔ اب گھر والے پیچھے چلے گئے۔ ہم بیٹھک میں داخل ہوئے تو حضرت شیخ صاحب بیٹھے ہیں۔ ہم بیٹھ گئے۔ حضرت شیخ کے پانچ سوال پکے ہوتے تھے؛ کیا نام ہے؟ کہاں سے آئے ہو؟ شادی کی ہے؟ کتنے بچے ہیں؟ کیا کرتے ہو؟ یہ پانچ سوال پکے ہوتے تھے۔ خیر جب سوال کر لیے، ہم نے عیادت کی، تھوڑی دیر بیٹھے۔ اس وقت وہاں ایک نیل [گھٹی] ہوتی تھی، حضرت نے گھٹی دی، گھر والے سمجھ گئے کہ حضرت کیا چاہتے ہیں۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ یہ پردے کے نیچے دیکھو یہ جو س پڑا ہے نکال لو۔ دیکھیں! گھر والے آئے جو س رکھ دیا اور خود پیچھے چلے گئے۔ خیر ہم نے جو س اٹھایا اور پی لیا۔ فرمایا: ڈبے یہیں رکھ دو۔ ہم نے حضرت سے اجازت چاہی اور واپس آگئے۔ یعنی گھر میں ایک مرد بھی نہیں ہے، آنے والے مہمان کا پتہ بھی نہیں کہ کون ہے؟ اس کے باوجود بھی شیخ اپنی حیثیت کے مطابق اکرام ضرور فرماتے تھے اور کبھی بغیر اکرام کے واپس نہیں جانے دیتے تھے۔ اب ہم سمجھتے ہیں ”امام اہل السنۃ“ اس لیے ہیں کہ کتابیں بہت لکھی ہیں۔

قدر کیجیے:

تو میں گزارش کر رہا تھا کہ حضرت شیخ نے اس کا جواب دیا، فرمانے لگے: نعمت یہ نہیں ہے کہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا، نعمت یہ نہیں ہے کہ علامات سے پہنچانا جائے گا کہ یہ جہنمی ہے بلکہ نعمت یہ ہے کہ اللہ پاک نے بتا دیا ہے کہ اگر یہ عمل کیا تو جنت ملے گی اور یہ عمل نہ کیا تو جہنم۔ ”فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ“ تو اللہ کی نعمت کی

قدر کرو کہ خدا نے تمہیں بتا دیا ہے۔

میرے مرشد کا ذوق:

حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کو اپنے لفظوں میں یوں فرماتے تھے، ہر ایک کا اپنا ذوق ہوتا ہے، حضرت فرماتے کہ دنیا میں کوئی بھی ممتحن کبھی پرچہ آؤٹ نہیں کرتا۔ پرچہ آؤٹ کرے تو یہ بہت بڑا جرم تصور ہوتا ہے، اللہ اتنے کریم ہیں کہ پرچہ پہلے ہی آؤٹ کر دیا کہ قبر میں یہ کچھ پوچھیں گے یہ تم نے جواب دینا ہے۔ کوئی ممتحن پہلے سوال اور جواب بھی بتاتا ہے؟ [نہیں۔ سامعین] اللہ پاک نے سوال بھی بتا دیئے اور جواب بھی بتا دیئے۔ اب ”فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ“ کہ تم خدا کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

اللہ ہمیں ہر حال میں اللہ پر خوش رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وعدہ بھی کریں ارادہ بھی کریں کہ اللہ ہمارے گزشتہ گناہوں کو معاف فرمادے ہم تجھ سے وعدہ کرتے ہیں آئندہ نہیں کریں گے۔ اللہ سے بار بار توبہ کریں اللہ کریم ہے رحیم بھی بہت ہیں اور جب سزا دیتے پھر سخت بھی بہت ہیں۔ قرآن کریم میں ہے ان کو بتاؤ میں غفور بھی ہوں اور یہ بھی بتاؤ میرا عذاب بھی بڑا سخت ہے میں گناہ معاف بھی کرتا ہوں میں توبہ قبول بھی کرتا ہوں اور میں سزا بھی بڑی سخت دیتا ہوں اللہ دونوں باتیں ساتھ ساتھ فرماتے ہیں۔ اللہ نے اتنی کھول کر بات فرمائی ہے نایہ سن لو کب ہے دیکھو گناہ کیا توبہ کر لی اس کے بعد اب میں غفور الرحیم ہوں کیا مطلب؟ تم نے گناہ کیا توبہ کی میرے ذمہ تمہیں معاف کرنا تو نہیں ہے نا لیکن میرا کریم ہے میں اب بھی تمہیں معاف کرتا ہوں۔ فرمایا جو آدمی نادانی میں گناہ کر لے پھر توبہ کرے ان کو بتاؤ کہ میں معاف کر دیتا ہوں لیکن میری توبہ کا مذاق نہ اڑاؤ۔

عالم کوفہ سیدنا اسود بن یزید رحمۃ اللہ علیہ (3)

چند فقہی مسائل:

پہلے حوالہ جات گزر چکے کہ حضرت اسود ایک بڑے درجہ کے مجتہد و فقیہ تھے فقہ میں آپ کو ایک بلند مقام حاصل تھا آپ کے چند مسائل فقہیہ درج ذیل ہیں۔
نماز کو وقت پر ادا کرنا:

قرآن کریم میں ہے ”ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً“ ایمان والوں پر نماز وقت مقررہ پر فرض ہے۔ حضرات فقہاء و علماء نے جو بھی نماز کی (صحت) شرائط بیان کی ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ نماز کا وقت ہو اگر وقت سے پہلے نماز ادا کی گئی تو نماز ادا نہ ہوگی۔ (دیکھئے تسہیل بہشتی زیورج 1 ص 359)

ہاں حج کے موقع پر بعض مقامات پر جمع صوری کی اجازت شریعت میں موجود ہے کہ ظہر کو آخر وقت میں اور عصر کو اول وقت میں ادا کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مغرب کو آخر وقت میں اور عشاء اول وقت میں ادا کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ نفسانی خواہشات کی وجہ سے دو تین نمازوں کو ایک وقت میں ادا کرنا درست نہیں۔ اس بارے میں حضرت اسود رحمہ اللہ کا معمول کیا تھا حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت اسود اور آپ کے شاگردوں کا معمول وقت پر نماز ادا کرنے کا تھا چنانچہ آپ اگر سفر پر ہوتے تو اور مغرب کی نماز وقت ہو جاتا تو آپ سفر چھوڑ کر پہلے نماز ادا کرتے اس کے بعد کھانا کھاتے کچھ دیر آرام کے کر عشاء ادا فرماتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 458 رقم الحدیث 8338)

اسی باب میں امام ابو بکر ابن ابی شیبہ دو روایات نقل کی ہیں کہ حضرت اسود سخت سے سخت سفر پر ہوتے تو بھی نماز وقت پر ادا کرتے۔ امام ابن ابی شیبہ نے عنوان قائم کیا کہ دو نمازوں کو ایک وقت میں ادا کرنا مکروہ ہے۔

امام کے پیچھے قرآن نہ پڑھنا:

امام کے پیچھے قرآن نہ پڑھنے کے معاملہ میں آپ کا فرمان امام ابو بکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے امام نخعی رحمہ اللہ کے حوالہ سے یوں نقل کیا ہے: مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ اپنے منہ میں آگ کا انگارہ ڈال لوں بجائے اس کے کہ میں امام کے پیچھے قرات کروں، جب کہ مجھے علم ہو کہ امام قرات کرتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 376 رقم الحدیث 3806)

حضرت اسود اور مسئلہ رفع یدین:

امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے مشہور فقیہ سیدنا علقمہ اور سیدنا اسود بن یزید کے متعلق نقل کیا ہے کہ یہ دونوں حضرات صرف شروع نماز میں ہی رفع الیدین کیا کرتے تھے اس کے بعد پوری نماز میں دوبارہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 237 رقم الحدیث 2468)

وفات حسرت آیات:

امام ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ میں نقل کیا ہے کہ حضرت اسود بن یزید کی وفات 75ھ کو فہ میں ہوئی آپ مرض الوفات میں بھی تلاوت قرآن کرتے رہے اور احباب کو وصیت کی کہ وفات کے وقت مجھے کلمہ طیبہ کی تلقین کرنا۔ بالآخر 75ھ میں علم و عمل کا یہ پیکر اخلاص کئی سالوں تک اپنے علم واجتہاد دے دنیا کو سیراب کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔

دعا ہوگی

ہوالشافی

بفضل حق شفا ہوگی

شافعی دارالشفاء

شوگر (اس کا دوا فری ہے)

زنانہ و مردانہ پوشیدہ امراض

جوڑوں کا درد

گنٹھیا

سوزاک

بو اسیر

خارش

جگر و معدہ کا علاج

اولاد کا نہ ہونا

دمہ

حیض کی کمی بیشی

ہوم ڈیپور می کی
سہولت کے ساتھ

لیکوریا

03137797189

03009199782

03470072313

رابطہ: حکیم میاں محمد اسحاق

لوحِ ایام

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا میں معزز مہمانان گرامی کی آمد اور متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کے اندرون و بیرون ممالک کے مختلف مسلکی اسفار اہم مذہبی، سیاسی اور سماجی شخصیات سے خصوصی ملاقاتیں

☆ امیر محترم متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے اس ماہ عمرے اور حاضری حرمین کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔

☆ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ کے شعبہ خواتین میں پہلا سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔

☆ مولانا ابو ایوب قادری مرکزی مناظر عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ نے مرکز اہل السنۃ والجماعۃ میں ایک سالہ تخصص فی التحقیق والدعوۃ کے شرکاء کو خصوصی اسباق پڑھائے۔

☆ مولانا محمد نواز فیصل آبادی امیر عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ (فیصل آباد) نے مرکز اہل السنۃ والجماعۃ میں ایک سالہ تخصص فی التحقیق والدعوۃ کے شرکاء کو خصوصی اسباق پڑھائے۔

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ امیر عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ نے کراچی، جبکہ آباد، ڈیرہ مراد جمالی، کوئٹہ، لاہور، رانیوڈ، فیصل آباد، بہاولپور، میانوالی شیخوپورہ، عارف والا، بورے والا، وہاڑی، پاکپتن، کبیر والا، خانیوال اور دیگر بڑے شہروں میں توحید و سنت، ختم نبوت، دفاع صحابہ، عظمت قرآن، اتباع سنت، سیرت النبی، مقام فقہ، شان فقہاء، مناقب ابی حنیفہ، اختتام بخاری اور عوامی اجتماعات سے مدلل بیانات کیے۔

شکایت کیسے درج کرائی جائے!!

تمام خریدار اور ایجنسی ہولڈرز کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ماہنامہ فقیہ ہر انگریزی ماہ کی 2 تاریخ تک آپ کی طرف روانہ کر دیا جاتا ہے۔ کبھی آپ تاخیر ہو جائے یا بالکل ہی نہ مل پائے تو آپ ہمیں اپنی شکایت درج کرائیں ان شاء اللہ آپ کی شکایت کا ازالہ کیا جائے گا۔

(ادارہ)

طریقہ: نام۔۔۔۔۔ رسید نمبر۔۔۔۔۔ خریداری نمبر۔۔۔۔۔ ایجنسی نمبر۔۔۔۔۔ ایڈریس۔۔۔۔۔
تعداد رسالہ۔۔۔۔۔ بابت ماہ۔۔۔۔۔ کار سالہ نہیں ملا۔

وضاحت:

[رسید نمبر] جب آپ نے رسالہ بک کر لیا تھا اور رقم ادا کی تھی تو آپ کو دفتر کی جانب سے ایک رسید دی جاتی ہے۔ جس پر آپ کا نام اور علاقہ وغیرہ لکھا ہوا ہوتا ہے۔
[خریداری نمبر] سے مراد یہ ہے کہ جب آپ کو رسالہ بھیجتا جاتا ہے تو آپ کے نام اور ایڈریس کے ساتھ خریداری نمبر لکھا ہوا ہوتا ہے۔
[ایجنسی نمبر] سے مراد یہ ہے کہ جب آپ کو زیادہ تعداد میں رسالہ بھیجا جاتا ہے تو آپ کے نام اور ایڈریس کے ساتھ ایجنسی نمبر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

مثلاً: محمد عبداللہ، رسید نمبر 234، خریداری 456، مکان نمبر 32، رانا اسٹریٹ ،
ڈاکخانہ حویلیاں، ہری پور، عدد 1، مارچ 2014۔

ہمیں خط لکھیں یا میج کریں اور ای میل بھی کر سکتے ہیں۔

خط لکھنے کے لیے: دفتر رسائل و جرائد مرکز اہل السنۃ والجماعت 87 جنوبی سرگودھا

ای میل ایڈریس: mag@ahnafmedia.com

میج کرنے کے لیے: 03326311808

رقم بھیجنے کا طریقہ کار!!

تمام خریدار اور ایجنسی ہولڈرز کو ادارے کی جانب سے گزارش کی جاتی ہے کہ آپ کو ہر ماہ تسلسل کے ساتھ مطلوبہ رسائل بھیجے جا رہے ہیں۔ آپ کی سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے ادارہ نے آپ کی طرف سے ادا شدہ رقم کو یقینی بنانے کے لیے ہدایات جاری کی ہیں۔

(ادارہ)

بذریعہ منی آرڈر:

دفتر رسائل و جرائد [ماہنامہ فقہ] مرکز اہل سنت والجماعت 87 جنوبی سرگودھا۔
نوٹ: منی آرڈر سلف پر اپنا نام مکمل پتہ اور فون نمبر لکھنے کے ساتھ ساتھ مطلوبہ رسالے کا نام ضرور لکھیں اور اگر نیا رسالہ جاری کرانا ہے تو ساتھ بریکٹ میں (نیا) لکھیں اور اگر سابقہ بل ادا کرنا ہے تو بریکٹ میں (تجدید) اور اپنا خریداری نمبر لکھیں۔

بذریعہ بینک ڈرافٹ:

میزان بینک سرگودھا نام محمد الیاس 140103600000900
نوٹ: اپنا مکمل نام و پتہ، بینک ڈرافٹ نمبر لازمی ہمیں ارسال کریں اور بذریعہ فون یا S.M.S یا ای میل ✉ ہمیں اس کی اطلاع دیں۔

ای میل ایڈریس:

mag@ahnafmedia.com

میج کرنے کے لیے:

03326311808

[ماہنامہ فقیہ کے مستقل ممبر بننے دوستوں کے نام ماہنامہ فقیہ سبکدوش پیش کیجیے]

ممبر شپ کا طریقہ

نام:..... ولدیت:.....

رابطہ نمبر:..... ای میل:.....

بینک ڈرافٹ یا منی آرڈر نمبر (لازمی):.....

بینک کا نام:..... رقم جمع کرانے کی تاریخ:.....

مکمل ایڈریس:.....

مکان / فلیٹ / دکان / دفتر نمبر، ڈاکخانہ، تحصیل، ضلع اور صوبہ واضح لکھیں:

نوٹ: فارم کسی بھی سادہ کاغذ پر فیل آپ کر کے سرکولیشن مینیجر ماہنامہ فقیہ کے نام

درج ذیل پتے پر ارسال کریں۔ یا بینک ڈرافٹ نمبر اور مکمل پتہ فون پر لکھوا دیں۔

پتہ: دفتر رسائل و جرائد (ماہنامہ فقیہ) مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا۔

نوٹ: رقم کی ادائیگی بذریعہ منی آرڈر درج بالا پتے پر کریں۔

بذریعہ بینک ڈرافٹ: میزبان بینک سرگودھا بنام محمد الیاس 140103600000900

نوٹ: اپنا مکمل نام و پتہ، بینک ڈرافٹ نمبر لازمی ہمیں ارسال کریں اور بذریعہ فون یا

S.M.S یا ای میل ☑ ہمیں اس کی اطلاع دیں۔

مضامین بھیجنے اور شکایات کے لیے: mag@ahnafmedia.com

فون ☎: 03326311808

ماہنامہ فقیہ ملنے کے پتے

ایجنسی ہولڈرز	علاقہ	فون نمبرز
دارالایمان	لاہور	03214602218
دارالایمان	کراچی	03342028787
دارالایمان	رائے ونڈ	03026410277
تحسین اللہ	پشاور	03339217613
قاضی نوید حنیف	آزاد کشمیر	03132317090
سلیم معاویہ	کبیر والا	03006848042
حبیب الرحمن نقشبندی	ننکانہ صاحب	03084552004
مولانا محمد عثمان	میانوالی	0333-6836228
مولانا عمر خطاب	اٹک	03077375075
رحمت اللہ	کوہاٹ	03449251287
مولانا خالد زبیر	لاہور فیصل آباد	03153759031
مولانا خالد زبیر	چکوال	03335912502
ضیاء الرحمن	واں بھجراں	03363725900
مولانا محمد دلاور	اوکاڑہ	03136969193
مولانا عبد اللہ قمر	قصور	03008091899
مولانا عبد اللہ شہزاد	حافظ آباد	03212374824

نوٹ: ایجنسی بک کروانے کے لیے رابطہ کریں: 03326311808